بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۲۷

قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے کا حکم

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۲۶)

قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے کا حکم

دفن کے بعد اور دوسرے اوقات میں قبور پر دعاء واستغفار کا ثبوت
اور اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کی شرعی حیثیت
اور اس موقع پر دعاء کے وقت اپنے چہرہ کا رُخ قبر یا قبلہ کی طرف کرنے پر کلام

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اول: ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ فروری 2015ء

صفحات: ۵۴

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5780728

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا ایک اہم عبادت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع کی مناسبت سے بے شمار قیمتی دعائیں منقول ہیں، مختلف مواقع کے علاوہ مختلف ضروریات وحاجات اور سہولیات کی بے شمار دعاؤں کا بھی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

منجملہ ان میں سے ایک موقع زیارتِ قبور کے وقت میت کے لئے مغفرت وسلامتی کی دعاء کرنے کا بھی ہے۔

پھر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا بھی فی نفسہٖ جائز بلکہ مستحب عمل ہے، جب تک کہ اس کو اپنے درجہ پر رکھا جائے، اور اس میں کسی قسم کا غلو نہ کیا جائے۔

دوسری طرف زیارتِ قبور کے وقت اصحابِ قبور کی مغفرت وسلامتی کی دعاء کرنے کا امت میں رواج پایا جاتا ہے، جو کہ باعثِ خیر عمل ہے۔

لیکن اس موقع پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں یا نہیں؟ اس پر بعض اہلِ علم حضرات میں خصوصاً اور عوام میں عموماً بحث ومباحثہ جاری رہتا ہے، اردو کتبِ فقہ وفتاویٰ میں بھی اس مسئلہ کے متعلق مختلف قسم کی آراء پائی جاتی ہیں، لیکن کتبِ فتاویٰ میں جو آراء درج ہوتی ہیں، ان میں بہت سی باتیں سائلین اور مستفتیین کے حالات اور موقع ومحل کی مناسبت سے مذکور ہوتی ہیں۔

مگر بعد کے مطالعہ نگار حضرات اس قسم کی چیزوں کو نظر انداز کر کے عام حالات پر یا دوسرے موقع ومحل پر اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان کو منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ بعض فتاویٰ میں درج آراء فقہی اعتبار سے کمزور بھی ہوسکتی ہیں، اور ان فتاویٰ کی بعد میں تخریج

کرنے والے بہت سے حضرات بھی اسی پہلو سے تخریج کر کے، اس مسئلہ میں مزید پختگی کا باعث بنتے ہیں، جس سے مختلف غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، ایسے حالات میں اس مسئلہ کے مالۂ وما علیہ کے جملہ پہلوؤں پر غور کرنے کی ضرورت واہمیت بڑھ جاتی ہے۔

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ ایک طبقہ ہاتھ اٹھانے پر زور دیتا ہے، دوسرا طبقہ اس کا انکار کرتا ہے، اور تیسرا طبقہ قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے ہاتھ اٹھانے کو بہت اہمیت دیتا ہے، تو اس کے مقابلہ میں ایک طبقہ اس کا شدت سے انکار کر کے قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنے پر اصرار کرتا ہے، جبکہ کم علم اور ناواقف لوگوں کا ایک طبقہ مزارات اور خاص کر بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کی قبور پر طرح طرح کے منکرات میں مبتلا ہو کر بے اعتدالیوں کا ارتکاب کرتا ہے۔

اس لئے ضرورت تھی کہ اس مسئلہ کی مالۂ وما علیہ کے ساتھ شرعی وفقہی تحقیق وتکییف کی جائے، اسی درمیان ایک صاحبِ علم کی طرف سے جو بندہ کے کرم فرما بھی ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق کرنے کی خواہش ظاہر ہوئی، ان کی خواہش پر بندہ نے اس مسئلہ پر تحقیق کی، اور تحقیق کے دوران بعض متعلقہ مفید بحثیں بھی سامنے آئیں، جن کو اس مسئلہ کا حصہ بنا دیا گیا، اور کوشش یہ کی گئی کہ فقہ حنفی کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے سلسلہ کی کتب کو بھی ملاحظہ کر کے، ان کی آراء کو شامل کر کے وسیع تر فقہی انداز میں تحریر مرتب کی جائے، اس طرح سے یہ مسئلہ ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا، جو اس وقت آپ حضرات کے سامنے ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ راہِ حق کو سمجھنے اور اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

محمد رضوان

۱۷/صفر المظفر/۱۴۳۶ھ 10/دسمبر/2014ء بروز بدھ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے کا حکم

آج کل بہت سے عوام اوراہلِ علم میں زیارتِ قبور کے وقت یعنی قبرستان جا کر یا قبر کے قریب کھڑے ہوکر دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھانے نہ اٹھانے اور ہاتھ اٹھانے کی صورت میں اپنا رُخ قبلہ کی طرف کیا جائے یا قبر کی طرف کیا جائے؟ ان مختلف پہلوؤں سے یہ مسئلہ زیرِ بحث رہتا ہے، بعض اہلِ علم حضرات کی خواہش پر اس کی تحقیق کی گئی، جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں فوت شدہ مومنوں کی دعائے مغفرت کا ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورة الحشر، رقم الآية ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے رب! مغفرت فرما دیجئے ہماری، اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اور نہ کیجئے ہمارے دلوں میں کھوٹ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! بے شک آپ رؤوف ہیں، رحیم ہیں (سورہ حشر)

اس آیت میں اپنے لئے مغفرت کی دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ فوت شدہ مومنوں کے لئے بھی مغفرت کی دعاء کرنے کا ذکر آیا ہے، جس سے فوت شدہ مومنوں کے لئے مغفرت کی دعاء کا ثبوت ہوا۔

اوراس آیت میں اگرچہ فوت شدہ مومن کی قبر پر اس کی مغفرت کے لئے دعاء کی قید نہیں، لیکن اولاً تو یہ حکم عام ہے، جس میں فوت شدہ مومن کی قبر پر اس کی مغفرت کی دعاء کرنا بھی

داخل ہے، دوسرے احادیث میں مومن کی قبر پر دفن کے بعد اور اس کے بعد دوسرے اوقات میں قبر پر یا قبرستان میں مغفرت کی دعاء کرنے کا صراحتاً ذکر آیا ہے۔

دفن کے بعد دعاء واستغفار کے حکم سے متعلق حدیث

چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اِسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ، وَسَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرکے فارغ ہو جاتے تھے، تو وہاں ٹھہر کر یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعاء کرو، اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کا سوال (یعنی دعاء) کرو، کیونکہ اس سے اس وقت سوال کیا جا رہا ہے (ابوداؤد)

اس حدیث سے خصوصیت کے ساتھ مومن کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعاء کرنا معلوم ہوا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۲۲۱، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابى داؤد)

[2] اور اس موقع پر بعض اہلِ علم حضرات نے اپنے چہرہ کا رُخ میت کی طرف کرکے دعاء کرنے کا استحباب بیان فرمایا ہے، لیکن قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا قول بھی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(كان إذا فرغ من دفن الميت) أى المسلم قال الطيبى : والتعريف للجنس وهو قريب من النكرات (وقف عليه) أى على قبره هو وأصحابه صفوفا (فقال استغفروا لأخيكم) فى الإسلام (وسلوا له التثبيت) أى اطلبوا له من الله تعالى أن يثبت لسانه وجنانه لجواب الملكين قال الطيبى : ضمن سلوا معنى الدعاء كما فى قوله تعالى (سأل سائل) أى ادعوا الله له بدعاء التثبيت أى قولوا ثبته الله بالقول الثابت (فإنه) الذى رأيته فى أصول صحيحة قديمة من أبى داود بدل هذا ثم سلوا له التثبيت (فهو الآن يسأل) أى يسأله الملكان منكر ونكير فهو أحوج ما كان إلى الاستغفار وذلک لكمال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہاں استغفار اور ثابت قدمی کے سوال سے مراد اللہ تعالیٰ سے اس بندہ کی مغفرت اور سوال و جواب میں سہولت کے حصول کو طلب کرنا ہے، اس لئے یہ دعاء کے مفہوم میں داخل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رحمته بأمته ونظره إلى الإحسان إلى ميتهم ومعاملته بما ينفعه فى قبره ويوم معاده قال الحكيم : الوقوف على القبر وسؤال التثبيت للميت المؤمن فى وقت دفنه مدد للميت بعد الصلاة لأن الصلاة بجماعة المؤمنين كالعسكر له اجتمعوا بباب الملك يشفعون له والوقوف على القبر بسؤال التثبيت مدد العسكر وتلك ساعة شغل المؤمن لأنه يستقبله هول المطلع والسؤال وفتنته فيأتيه منكر ونكير وخلقهما لا يشبه خلق الآدميين ولا الملائكة ولا الطير ولا البهائم ولا الهوام بل خلق بديع وليس فى خلقهما أنس للناظرين جعلهما الله مكرمة للمؤمن لتثبته ونصرته وهتكا لستر المنافق فى البرزخ من قبل أن يبعث حتى يحل عليه العذاب وإنما كان مكرمة للمؤمن لأن العدو لم ينقطع طمعه بعد فهو يتخلل السبيل إلى أن يجىء إليه فى البرزخ ولو لم يكن للشيطان عليه سبيل هناك ما أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالدعاء بالتثبيت وقال النووى :قال الشافعى والأصحاب :يسن عقب دفنه أن يقرأ عنده من القرآن فإن ختموا القرآن كله فهو أحسن قال: ويندب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول البقرة وخاتمتها وقال المظهر :فيه دليل على أن الدعاء نافع للميت وليس فيه دلالة على التلقين عند الدفن كما هو العادة لكن قال النووى :اتفق كثير من أصحابنا على ندبه قال الآجرى فى النصيحة :يسن الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء للميت مستقبل وجهه بالثبات فيقال اللهم هذا عبدک وأنت أعلم به منا ولا نعلم منه إلا خيرا وقد أجلسته تسأله اللهم فثبته بالقول الثابت فى الآخرة كما ثبته فى الدنيا اللهم ارحمه وألحقه بنبيه ولا تضلنا بعده ولا تحرمنا أجره اهـ(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٦٧٥٧)

[1] الاستغفار والتوبة يشتركان فى أن كلا منهما رجوع إلى الله سبحانه، كذلک يشتركان فى طلب إزالة ما لا ينبغى، إلا أن الاستغفار طلب من الله لإزالته .والتوبة سعى من الإنسان فى إزالته. وعند الإطلاق يدخل كل منهما فى مسمى الآخر، وعند اقترانهما يكون الاستغفار طلب وقاية شر ما مضى والتوبة الرجوع وطلب وقاية شر ما يخافه فى المستقبل من سيئات أعماله، ففى التوبة أمران لا بد منهما :مفارقة شىء ، والرجوع إلى غيره، فخصت التوبة بالرجوع والاستغفار بالمفارقة، وعند إفراد أحدهما يتناول كل منهما الآخر .وعند المعصية يكون الاستغفار المقرون بالتوبة عبارة عن طلب المغفرة باللسان، والتوبة عبارة عن الإقلاع عن الذنب بالقلب والجوارح .

ب -الدعاء :كل دعاء فيه سؤال الغفران فهو استغفار.إلا أن بين الاستغفار والدعاء عموما وخصوصا من وجه، يجتمعان فى طلب المغفرة، وينفرد الاستغفار إن كان بالفعل لا بالقول، كما ينفرد الدعاء إن كان بطلب غير المغفرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤ص٣٥، مادة " استغفار")

فقہائے کرام نے مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تدفین کے بعد قبر پر کچھ دیر تک حاضرین کو دعاء کے لئے ٹھہرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [1]

قبرستان میں داخل ہونے والے کو دعائے مغفرت کی احادیث

اس کے علاوہ عام مواقع پر بھی زیارتِ قبور کے وقت اور قبرستان میں داخل ہونے والے کو میت کے لئے عذاب وغیرہ سے سلامتی اور دعائے مغفرت کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى

[1] اور ہاتھ اٹھانا دعاء کے آداب میں سے ہے، اس لئے اگر اس موقع پر ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء کرے، تو حرج کی بات نہیں، اور کوئی ہاتھ اٹھائے تو بھی جائز بلکہ حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

صرح جمهور الفقهاء بأنه يستحب أن يجلس المشيعون للميت بعد دفنه لدعاء وقراء ة بقدر ما ينحر الجزور، ويفرق لحمه لما روى أن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه، فقال :استغفروا لأخيكم وسلوا له التثبيت، فإنه الآن يسأل.وكان ابن عمر رضى الله عنهما يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها، ولما روى أن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه لما حضرته الوفاة قال :اجلسوا عند قبرى قدر ما ينحر جزور ويقسم، فإنى أستأنس بكم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱ ص ۲۰، مادة"دفن")

ويستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثا،وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراء ة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه(الدر المختار)

(قوله :وجلوس إلخ) لما فى سنن أبى داود كان النبى -صلى الله عليه وسلم -إذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره وقال :استغفروا لأخيكم واسألوا الله له التثبيت فإنه الآن يسأل وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها .

وروى أن عمرو بن العاص قال وهو فى سياق الموت :إذا أنا مت فلا تصحبنى نائحة ولا نار، فإذا دفنتمونى فشنوا على التراب شنا، ثم أقيموا حول قبرى قدر ما ينحر جزور، ويقسم لحمها حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع رسل ربى جوهرة(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۲۳۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة)

ويستحب الدعاء له عند القبر بعد دفنه واقفا(الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج ۱ ص ۲۳۲، كتاب الجنائز،فصل ويسن أن يدخل قبره من عند رجليه)

الْمَقَابِرِ، كَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں، تو کہنے والا یہ کہے کہ تم پر سلام ہو، مومنین اور مسلمین کے گھر والو، اور ہم بے شک ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت (یعنی تکلیف وعذاب سے سلامتی) کی دعاء کرتے ہیں (ابنِ ماجہ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَرَّ عَلَى الْقُبُوْرِ قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلٰى دِيَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ غَفَرَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ لَنَا وَلَكُمْ وَرَحِمْنَا وَإِيَّاكُمْ (مسند البزار) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قبروں سے گزرا کرتے تھے، تو یہ فرماتے تھے کہ سلام ہو مومنوں کی قوم کے گھروں پر، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اللہ عظیم ہماری مغفرت فرمائے، اور تمہاری مغفرت فرمائے، اور ہم پر رحم فرمائے، اور تم پر رحم فرمائے (بزار)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبُرَةَ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ (مسلم) [3]

---

[1] رقم الحديث ۱۵۴۷، كتاب الجنائز، باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

[2] رقم الحديث ۴۳۶۸، ج۱۰ ص۲۶۷، مسند بريدة بن الحصيب رضى الله عنه.

[3] رقم الحديث ۲۴۹ "۳۹"، كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل فى الوضوء.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لائے، اور پھر فرمایا کہ سلام ہو تم پر مومنوں کی قوم کے گھر والو، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم)

ان احادیث سے مومن کی قبر پر اس کے لئے سلامتی، رحمت اور مغفرت کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا۔ [۱]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ان کے پاس رات کی باری ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع قبرستان جا کر یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والوں، اور تمہارے پاس کل تمہارے وعدے کی چیزیں آئیں گی، جس کی تمہارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرما دیجئے (مسلم)

ان احادیث سے قبرستان جا کر قبر والوں کے لئے مغفرت و سلامتی کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ سب مومن قبرستان والوں کے لئے اجمالی دعاء بھی ایک ہی

---

[۱] نسأل الله (لنا ولكم العافية) وهي الأمن من مكره (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ۵۸۳)

[۲] رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۲" كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

جملہ میں کافی ہو جاتی ہے۔ [۱]

اور سلام بھی ایک جامع دعائیہ کلمہ ہے، لہٰذا یہ بھی دعاء کے مفہوم میں داخل ہے۔ [۲]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَۃِ فَأَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ (سنن الترمذی) [۳]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں سے گزرے، پھر ان کی طرف اپنا چہرہ کر کے یہ دعاء فرمائی کہ سلام ہو تم پر اے قبر والو! اللہ ہماری مغفرت فرمائے، اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو، اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں (ترمذی)

اس حدیث کو اگرچہ بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن ترمذی کے بعض نسخوں میں اس حدیث کے حسن ہونے کا ذکر ہے۔ [۴]

---

[۱] (اللھم اغفر لأھل بقیع الغرقد) أی مقبرۃ المدینۃ، وفیه أن الدعوۃ الإجمالیة علی وجه العموم کافیة (مرقاۃ المفاتیح، ج۴ص۱۲۵۸، باب زیارۃ القبور)

[۲] والسلام یرید به التحیة التی شرعھا النبی صلی اللہ علیه وسلم لأمته والسلام بمعنی الدعاء بالسلامة من کل آفة، فإذا قلت لشخص :السلام علیک فھذا یعنی أنک تدعو له بأن اللہ یسلمه من کل آفة :یسلمه من المرض من الجنون، یسلمه من شر الناس، یسلمه من المعاصی وأمراض القلوب، یسلمه من النار فھو لفظ عام معناہ الدعاء للمسلم علیه بالسلامة من کل آفة (شرح ریاض الصالحین، صفحه۹۵۶، کتاب السلام)

قال الحلیمی :وإنما کان رد السلام فرضا وابتداؤہ سنة لأن أصل التسلیم أمان ودعاء بالسلامة وأنه لا یرید شرا وکل اثنین أحدھما أمن من الآخر یجب أن یکون الآخر آمنا منه فلا یجوز إذا سلم واحد علی الآخر أن یسکت عنه فیکون قد أخافه وأوھمه الشر (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم حدیث ۹۴۷۳)

[۳] رقم الحدیث ۱۰۵۳، کتاب الجنائز، باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر.

[۴] البتہ بعض نسخوں میں صرف غریب ہونے کا ذکر ہے، حسن کا ذکر نہیں، لیکن علامہ ابنِ حجر اور بعض کئی دیگر حضرات نے امام ترمذی سے حسن ہونا نقل کیا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ حجر نے بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔ ۱؎

بلکہ بعض حضرات نے اس کو صحیح لغیرہٖ قرار دیا ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الترمذی: وفی الباب عن بريدة وعائشة حديث ابن عباس حديث حسن غريب وأبو كدينة اسمه يحيى بن المهلب وأبو ظبيان اسمه حصين بن جندب (سنن الترمذی، تحت رقم الحديث ۱۰۵۳، ج۳ ص ۳۶۰، كتاب الجنائز ، باب مايقول الرجل اذا دخل المقابر، مطبوعه: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر، تاريخ طبع: ۱۳۸۸ھ 1968ء، وسنن الترمذی، ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعه: فاروقی كتب خانه، لاهور)

۱؎ اس حدیث کی سند میں قابوس بن ابی ظبیان ہیں، جو مختلف فیہ ہیں، جس کی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

وقال ابن حجر: عن قابوس بن أبى ظبيان، عن أبيه، عن ابن عباس رضى الله عنهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه مر على القبور بالمدينة، فقال: (السلام عليكم يا أهل القبور من المؤمنين والمسلمين، أستغفر الله لنا ولكم، أنتم سلفنا ونحن على الأثر)

هذا حديث حسن .أخرجه الترمذى عن أبى كريب عن محمد بن الصلت -بفتح المهملة وسكون اللام بعدها مثناة -عن أبى كدينة، وهو بكاف ونون مصغر.

فوقع لنا عاليا بدرجتين.وقال :حسن غريب.

واسم أبى كدينة يحيى بن المهلب.

قلت :واسم أبى ظبيان -وهو بفتح المعجمة المشالة وقد تكسر وسكون الموحدة بعدها تحتانية مثناة -حصين بن جندب.ورجاله رجال الصحيح غير قابوس فمختلف فيه(نتائج الأفكارفى تخريج أحاديث الأذكار، ج۵ ص ۲۰، باب مايقوله زائر القبور، المجلس ۴۱۵)

وقال المباركفورى:(وقال) أى الترمذى .(هذا حديث حسن غريب) فى سنده قابوس بن أبى ظبيان، وهو مختلف فيه(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۵ ص ۵۱۶، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

وقال ابن شاهين:ذكر، قابوس بن أبى ظبيان، والخلاف فيه روى ابن شاهين، أن أحمد بن حنبل قال: ليس بذاک .وقال :سئل جرير ـ يعنى ـ ابن عبد الحميد عن شىء من أحاديث قابوس، فقال :نفق قابوس، نفق وعن يحيى بن معين من رواية ابن أبى خيثمة، وعباس عنه، أنه قال :قابوس بن أبى ظبيان، ثقة .ومن رواية يزيد بن الهيثم عن يحيى أنه قال :ليس به بأس.

قال أبو حفص :وهذا الخلاف فى قابوس يوجب إمضاء حديثه، لأن أحداً لم يطعن عليه، ول يبين، وقول جرير :نفق قابوس، ليس يوجب الذم، لعله قال ذلک لسرعة موته، وسؤال الناس حديثه، فيحتمل أن يكون هذا يدل على فضله .ويحيى فقد وثقه، وحديثه قريب(المختلف فيهم، لابن شاهين، ج ۱، ص ۶۳، باب ذكر، قابوس بن أبى ظبيان، والخلاف فيه)

۲؎ قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية سنن الترمذى، تحت رقم الحديث ۱۰۷۵، باب مايقول الرجل اذا دخل المقابر، مطبوعة: دارالرسالة العالمية،دمشق، الحجاز)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ دعاء کو قبور کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے پڑھنے کا ذکر ہے، جس کے پیشِ نظر کئی حضرات نے اس طرح کی دعاء کو میت کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ [۱]

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَفِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ فِيْ حَالِ السَّلَامِ عَلَى الْمَيِّتِ أَنْ يَّكُوْنَ وَجْهُهٗ لِوَجْهِ الْمَيِّتِ، وَأَنْ يَسْتَمِرَّ كَذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ أَيْضًا، وَعَلَيْهِ عَمَلُ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ خِلَافًا لِمَا قَالَهٗ اِبْنُ حَجَرٍ: مِنْ أَنَّ السُّنَّةَ عِنْدَنَا أَنَّهٗ حَالَةَ الدُّعَاءِ يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ، كَمَا عُلِمَ مِنْ أَحَادِيْثَ أُخَرَ فِيْ مُطْلَقِ الدُّعَاءِ، اهـ .وَفِيْهِ أَنَّ كَثِيْرًا مِّنْ مَوَاضِعِ الدُّعَاءِ وَقَعَ اِسْتِقْبَالُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ مِنْهَا مَا نَحْنُ فِيْهِ، وَمِنْهَا حَالَةُ الطَّوَافِ وَالسَّعْيِ، وَدُخُوْلُ الْمَسْجِدِ، وَخُرُوْجُهٗ، وَحَالُ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ، فَيَتَعَيَّنُ أَنْ يَّقْتَصِرَ الْإِسْتِقْبَالُ وَعَدَمُهٗ عَلَى الْمَوْرِدِ إِنْ وُجِدَ وَإِلَّا فَخَيْرُ

---

[۱] الحديث الأول عن ابن عباس رضى الله عنهما :قوله فأقبل عليهم بوجهه(مظ) :اعلم أن زيارة الـميت كزيارته فى حال حياته، يستقبله بوجهه، ويحترمه كما كان يحترمه فى الحياة، يجلس بعيدًا منه إن كان فى الحياة يجلس بعيدًا منه، وقريبًا منه إن كان قريبًا منه .وقدم مغفرة الله له على مغفرته لـلـميـت إعلامًا بتقديم دعاء الحى على الميت .والـحـاضـر على الغائب(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج۴ص۱۴۳۵، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور،الفصل الثانى)

(وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال :مر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بقبور بالمدينة، فأقبل عـليهم بوجهه) ضـمـيـر الـمـذكـريـن العقلاء باعتبار من فيها من الأموات بتغليبهم على من سواهم. ويـؤخذ منه سن استقبال وجه الميت بوجه الزائر حال السلام عليه، وظاهر الحديث استمرار ذلک حـال الـدعـاء أيضا وعليه العمل كما قالوه، لكن السنة عندنا أنه حال الدعاء يستقبل القبلة كما علم ذلک من أحاديث أخرى فى مطلق الدعاء ، وقدمت على هذا الحديث لاحتمال أنه إنما أقبل بوجهه حـال السـلام(دليـل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ۴۵۸۴، باب استحباب زيارة القبور للرجال)

الْـمَـجَالِسِ مَا اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَمَا وَرَدَ بِهِ الْخَبَرُ، وَأَمَّا مَا فَعَلَهُ بَعْضُ السَّلَفِ بَعْدَ الزِّيَارَةِ النَّبَوِيَّةِ مِنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِلْأَدْعِيَةِ فَهُوَ أَمْرٌ زَائِدٌ

(مرقاۃ المفاتیح، ج۴ص۱۲۵۷، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ میت پر سلام کے وقت مستحب یہ ہے کہ اس کا چہرہ میت کے چہرہ کی طرف ہو، اور دعاء میں بھی یہی کیفیت برقرار رہے، اور اسی پر عامۃ المسلمین کا عمل ہے، لیکن علامہ ابنِ حجر کا قول اس کے خلاف ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک دعاء کی حالت میں قبلہ کا استقبال کرنا سنت ہے (یعنی سنتِ مستحبہ ہے) جیسا کہ دوسری احادیث سے مطلق دعاء کے متعلق معلوم ہو چکا۔

لیکن علامہ ابنِ حجر کے قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دعاء کے بہت سے مواقع ایسے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ قبلہ کے علاوہ دوسری طرف واقع ہوا، جن میں سے ایک موقع یہ قبر پر سلام و دعاء کرنے کا بھی ہے، اور ان میں سے ایک موقع طواف اور سعی کا بھی ہے، اور مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کا بھی ہے، اور کھانے اور پینے کی حالت بھی ہے، اور عیادتِ مریض کا موقع بھی ہے، اور اس جیسے اور بھی مواقع ہیں۔

پس یہ بات متعین ہوگئی کہ قبلہ کی طرف رخ کرنے اور نہ کرنے کا دارومدار اُس کے متعلق وارِد شدہ حالت پر رکھا گیا ہے، اگر رخ کی تعیین پائی جائے تو فبہا، ورنہ تو بہترین نشست وہ ہے، جس میں قبلہ کا رخ ہو، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، اور بعض سلف کا جو یہ فعل آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد دعاء کے لئے قبلہ کا استقبال کیا جائے، تو وہ ایک زائد معاملہ ہے (مرقاۃ)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء سے متعلق احادیث

اور احادیثِ مذکورہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ذکر نہیں، اس لئے اگر یہ دعاء ہاتھ اٹھائے بغیر کرلی جایا کرے، تو بھی درست ہے، بالخصوص جبکہ مزید دعاء کرنے کا ارادہ نہ ہو، کیونکہ دعاء میں ہاتھ اٹھانا کوئی ضروری نہیں، لہٰذا ہاتھ اٹھانے کو ضروری یا لازم سمجھنا غلط ہے، البتہ ہاتھ اٹھانا دعاء کے آداب میں سے ہے، جس کے پیشِ نظر قبرستان میں (دفن کے بعد یا دوسرے موقع پر) ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں زیارتِ قبور کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا صحیح احادیث میں صراحتاً ثبوت بھی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

حَتّٰى جَاءَ الْبَقِيْعَ فَقَامَ، فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ترجمہ: یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لائے، پھر کھڑے ہوگئے اور لمبا قیام کیا، پھر اپنے ہاتھ (دعاء کے لئے) تین مرتبہ اٹھائے۔

پھر اسی حدیث کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرستان تشریف لے جانے کی وجہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: كَيْفَ أَقُوْلُ لَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُوْلِيْ: اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ (مسلم) [۱]

---

[۱] رقم الحديث ۹۷۴ ”۱۰۳“ كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

ترجمہ: پس جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان آ کر ان کے لئے استغفار کریں (اس حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے گئے، اور مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُن (قبرستان والوں) کے لئے کیسے کہوں (یعنی کس طرح سے دعاء کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہو، سلام ہو مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر، اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم (اور ان کی مغفرت) فرمائے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم) [1]

اس حدیث سے مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرستان والوں کی مغفرت کی دعاء کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھیجی گئی تھی۔

(۲)...... اس حکم کو لے کر حضرت جبریل امین نازل ہوئے تھے۔

(۳)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دعائے مغفرت کے حکم کو پورا کرنے کے لئے قبرستان تشریف لے گئے۔

(۴)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان پہنچ کر ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی۔

(۵)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر دیر تک دعاء فرمائی۔

---

[1] صحیح مسلم کی پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

قالت عائشة :ألا أحدثكم عني وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا :بلى، قال: قالت :لما كانت ليلتي التي كان النبي صلى الله عليه وسلم فيها عندي، انقلب فوضع رداء ه، وخلع نعليه، فوضعهما عند رجليه، وبسط طرف إزاره على فراشه، فاضطجع، فلم يلبث إلا ريثما ظن أن قد رقدت، فأخذ رداء ه رويدا، وانتعل رويدا، وفتح الباب فخرج، ثم أجافه رويدا، فجعلت درعي في رأسي، واختمرت، وتقنعت إزاري، ثم انطلقت على إثره، حتى جاء البقيع فقام، فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات، ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۶)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

(۷)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو بھی قبرستان میں داخل ہونے پر سلامتی کی دعاء کی تلقین فرمائی۔

(۸)...... ’’ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ ‘‘ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرستان بھیجنے کا مقصود اصحابِ قبور کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا تھا (نہ کہ اپنے لئے دعاء کرنا)

(۹)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحابِ قبور کے لئے مغفرت وسلامتی کی دعاء کرنا زیارتِ قبور کے مقاصد ومصالح میں سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَرْسَلْتُ بَرِيْرَةَ فِيْ أَثَرِهِ، لِتَنْظُرَ أَيْنَ ذَهَبَ، قَالَتْ: فَسَلَكَ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَوَقَفَ فِيْ أَدْنَى الْبَقِيْعِ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَرَجَعَتْ إِلَيَّ بَرِيْرَةُ، فَأَخْبَرَتْنِيْ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ سَأَلْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيْنَ خَرَجْتَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

انحرف فانحرفت، فأسرع فأسرعت، فهرول فهرولت، فأحضر فأحضرت، فسبقته فدخلت، فليس إلا أن اضطجعت فدخل، فقال :ما لک؟ يا عائش، حشيا رابية قالت: قلت :لا شيء، قال :لتخبريني أو ليخبرني اللطيف الخبير قالت :قلت :يا رسول الله، بأبي أنت وأمي، فأخبرته، قال :فأنت السواد الذى رأيت أمامي؟ قلت :نعم، فلهدني فى صدري لهدة أوجعتني، ثم قال :أظننت أن يحيف الله عليک ورسوله؟ قالت :مهما يكتم الناس يعلمه الله، نعم، قال " :فإن جبريل أتانى حين رأيت، فنادانى، فأخفاه منک، فأجبته، فأخفيته منک، ولم يكن يدخل عليک وقد وضعت ثيابک، وظننت أن قد رقدت، فكرهت أن أوقظک، وخشيت أن تستوحشى، فقال :إن ربک يأمرک أن تأتي أهل البقيع فتستغفر لهم "، قالت :قلت :كيف أقول لهم يا رسول الله؟ قال " قولي :السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون "(مسلم، رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۳"، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها)

اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۱۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ ایک رات تشریف لے گئے، تو میں نے آپ کے پیچھے بریرہ کو بھیجا، تاکہ وہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقد قبرستان کی طرف تشریف لے گئے، پھر بقیع کے بالکل قریب کھڑے ہوگئے، پھر اپنے دونوں ہاتھ (دعاء کے لئے) اٹھائے، پھر لوٹ آئے، پھر میری طرف بریرہ بھی واپس آ گئیں، اور مجھے اس کی خبر دی، پھر جب صبح ہوگئی، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ رات کہاں تشریف لے گئے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے بقیع قبرستان والوں کی طرف (اللہ کی جانب سے حکم دے کر) بھیجا گیا، تاکہ میں ان کے لئے دعاء کروں (مسند احمد)

اس سے پہلی حدیث میں قبرستان جانے کا مقصد استغفار کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اس حدیث میں ''صلاۃ'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور صلاۃ کے معنیٰ بھی یہاں دعاء کے ہیں، اور استغفار کا دعاء ہونا پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

[2] والصلاة على محمد -صلى الله عليه وسلم :-جاء ت الصلاة لمعان منها :الدعاء كصلاة الملائكة على الخلق، ومنها :الصلاة على الميت، و "مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ) و"مَنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَل) و"لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ يُصَلِّي) و"بُعِثْتُ إلى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ ") و"صَلَّى عَلَى شُهَدَاءِ أُحُدٍ"(مطالع الأنوار على صحاح الآثار، لإبراهيم بن يوسف بن أدهم الوهرانى الحمزى، أبو إسحاق ابن قرقول، ج۴ص ۲۸۲، حرف الصاد، باب الصاد مع اللام)

وقد يستعمل بمعنى الاستغفار ومنه قوله عليه الصلاة والسلام إنى بعثت إلى أهل البقيع لأصلى عليهم فقد فسر فى الرواية الأخرى أمرت أن أستغفر لهم(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۹ص۲۰۳، كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم)

فقوله " :فتستغفر لهم "يبين أن قوله فى رواية علقمة ":لأصلى عليهم "ليس المراد صلاة الجنازة، وإنما الدعاء لهم والاستغفار (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۷۷۴)

بہر حال مذکورہ احادیث سے قبرستان میں جا کر سلامتی کی دعاء واستغفار کے ساتھ ساتھ اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا بھی ثبوت ہوا۔ [1]

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَوۡلُهَا (جَاءَ الۡبَقِيۡعَ فَأَطَالَ الۡقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيۡهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ)فِيۡهِ اِسۡتِحۡبَابُ إِطَالَةِ الدُّعَاءِ وَتَكۡرِيۡرِهٖ وَرَفۡعِ الۡيَدَيۡنِ فِيۡهِ وَفِيهِ أَنَّ دُعَاءَ الۡقَائِمِ أَكۡمَلُ مِنۡ دُعَاءِ الۡجَالِسِ فِي الۡقُبُوۡرِ (شرح النووی علی مسلم) [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لائے، پھر کھڑے ہوگئے اور لمبا قیام کیا، پھر اپنے ہاتھ (دعاء کے لئے) تین مرتبہ اٹھائے''

اس حدیث سے قبرستان میں دعاء کو لمبا کرنے اور اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا تکرار کرنے کا مستحب ہونا اور کھڑے ہوئے کی دعاء کے بیٹھے ہوئے کی دعاء کے مقابلہ میں زیادہ اکمل ہونا معلوم ہوا (نووی)

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَرَفۡعُ الۡيَدَيۡنِ عِنۡدَ الدُّعَاءِ عَلَى الۡقَبۡرِ جَائِزٌ كَمَا فِيۡ جُزۡءِ رَفۡعِ الۡيَدَيۡنِ لِلۡبُخَارِيِّ وَ صَحِيۡحِ مُسۡلِمٍ:أَنَّهُ دَخَلَ جَنَّةَ الۡبَقِيۡعِ وَدَعَا رَافِعًا يَدَيۡهِ (العرف الشذی) [3]

ترجمہ: اور قبر پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ بخاری کی ''جزء رفع الیدین'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنۃ البقیع میں داخل ہوئے،

---

[1] وَفِی هَـذَا إِتۡيَانُ الۡقُبُورِ وَالدُّعَاءُ لِأَهۡلِهَا عِنۡدَهَا (المنتقیٰ شرح الموطأ للقرطبی، ج۲ ص ۳۴، کتاب الجنائز، جامع الجنائز)

[2] تحت رقم الحدیث ۹۷۴ ''۱۰۲'' ج۷ص ۴۳، کتاب الجنائز.

[3] ج۲، ص ۳۴۲، کتاب الجنائز، باب ما جاء ما یقول الرجل إذا دخل المقابر.

اور اپنے ہاتھ اٹھا کردعاء فرمائی (العرف الشذی)

ایک تو ہاتھ اٹھانا نماز کے باہر مطلقاً دعاء کے آداب میں سے ہے، اور اس کلیہ میں قبرستان میں یا قبر پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا بھی داخل ہے۔ [1]

دوسرے جب صحیح احادیث میں قبرستان میں مرحومین کی مغفرت اور سلامتی وغیرہ کے لئے ہاتھ اٹھا کردعاء کرنے کا ذکر آ گیا، تو اس سے خصوصیت کے ساتھ قبرستان میں مرحومین کے لئے ہاتھ اٹھا کردعاء کرنے کا صریح ثبوت بھی ہوگیا۔

مذکورہ احادیث میں قبرستان میں ہاتھ اٹھا کردعاء کرنے کا تو ذکر ہے، لیکن دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت قبلہ یا قبور کی طرف رُخ کا ذکر نہیں؟ اس لئے یہ بھی احتمال ہے کہ قبور کی طرف رُخ ہو، جس کے قرائن زیادہ ہیں، کیونکہ اصحابِ قبور کے لئے خطاب کے الفاظ اسی کے مقتضی ہیں، اور پیچھے ترمذی کی حدیث میں ’’فاقبل علیھم بوجھہ‘‘ کے الفاظ گزر چکے ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ قبلہ کی طرف رُخ ہو۔

البتہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَاللّٰہِ لَکَأَنِّیْ أَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ، وَهُوَ فِیْ قَبْرِ عَبْدِ اللّٰہِ ذِی الْبِجَادَيْنِ، وَأَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ يَقُوْلُ: "أَدْنِيَا مِنِّیْ أَخَاکُمَا" فَأَخَذَهٗ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ حَتّٰى أَسْنَدَهٗ فِیْ لَحْدِهٖ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلَّاهُمَا الْعَمَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهٖ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَمْسَيْتُ عَنْهُ

---

[1] رفع اليدين فی الدعاء خارج الصلاة :يرى الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة أن من آداب الدعاء خارج الصلاة رفع اليدين بحذاء صدره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵ ص ۲۶۶، مادة "يد")

رَاضِيًا فَارْضَ عَنهُ وَكَانَ ذٰلِكَ لَيْلًا فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَلَوَدِدْتُ أَنِّي مَكَانَهُ، وَلَقَدْ أَسْلَمْتُ قَبْلَهُ بِخَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً (معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ۴۱۰۵، معجم الصحابة للبغوى ، رقم الحديث ۱۷۱)

ترجمہ: اللہ کی قسم! گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ تبوک میں دیکھ رہا ہوں، اور آپ حضرت عبداللہ ذی البجادین کی قبر میں ہیں، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ تم اپنے بھائی کو میرے قریب کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالبجادین کی میت کو قبلہ کی طرف سے لیا، یہاں تک کہ قبر میں اتار دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے باہر تشریف لے آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی عمل حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سپرد فرمادیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہوگئے، تو (دعاء کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کی طرف رُخ کیا، اور یہ دعاء کی کہ اے اللہ! میں نے ان سے راضی ہونے کی حالت میں شام کی (تادمِ آخر راضی رہا) تو آپ بھی ان سے راضی ہوجایئے، اور یہ رات کا وقت تھا، پس اللہ کی قسم! میں نے اپنے آپ کو یہ چاہت وتمنا کرتے ہوئے پایا کہ میں ان کی جگہ ہوتا، حالانکہ میں ان سے پندرہ سال پہلے اسلام لے آیا تھا (ابونعیم، بغوی)

اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ امام بزار نے بھی روایت کیا ہے، مگر اس کی سند میں غیر معمولی ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا عباد بن أحمد العرزمى، قال :حدثنى عمى محمد بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن الأعمش، عن أبى وائل، عن عبد الله قال :والله لكأنى أسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزوة تبوك وهو فى قبر عبد الله ذى البجادين، وأبو بكر، وعمر رحمة الله عليهما وهو يقول :فأولونى صاحبكما ، حتى وسده فى لحده فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة فقال :اللهم إنى أمسيت عنه راضيا فارض عنه (مسند البزار، رقم الحديث ۱۷۰۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال

مذکورہ حدیث میں اپنے چہرہ کا رُخ قبر کی طرف کرنے کے بجائے قبلہ کی طرف کر کے صاحبِ قبر کے لئے دعاء کا ذکر ہے، جس کے پیشِ نظر بعض فقہائے کرام نے قبرستان میں یا قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام حالات میں (جب کوئی عذر نہ ہو اور آسانی ممکن ہو) قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اور اس میں صاحبِ قبر سے مانگنے کے شبہ ومشابہت سے بچنے کا انتظام بھی ہے۔ [1]

جبکہ بعض فقہائے کرام نے اس واقعہ کو ایک جزئی درجہ کا ہونے اور کسی قولی حدیث میں قبرستان میں یا قبر پر دعاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم نہ ہونے اور قبر یا میت کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال البزار: وهذا الحديث لا نعلم رواه عن الأعمش، عن أبي وائل، عن عبد الله إلا عبد الرحمن بن محمد، وسعد بن الصلت

وقال الهيثمي: رواه البزار عن شيخه :عباد بن أحمد العرزمي وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۸۳)

ملحوظ رہے کہ ابونعیم اور بغوی کی سند میں (جس کا ہم نے متن میں ذکر کیا) مذکورہ راوی موجود نہیں، اور متن کی حدیث میں جو راوی ہیں، وہ مجموعی طور پر قابلِ اعتبار ہیں۔

[1] وقد ورد في استقبال القبلة في الدعاء من فعل النبي صلى الله عليه وسلم عدة أحاديث منها حديث عمر عند الترمذي وقد قدمته في باب رفع اليدين في الدعاء ولمسلم والترمذي من حديث بن عباس عن عمر لما كان يوم بدر نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المشركين فاستقبل القبلة ثم مد يديه فجعل يهتف بربه الحديث وفي حديث بن مسعود استقبل النبي صلى الله عليه وسلم الكعبة فدعا على نفر من قريش الحديث متفق عليه وفي حديث عبد الرحمن بن طارق عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا جاز مكانا من دار يعلى استقبل القبلة فدعا أخرجه أبو داود والنسائي واللفظ له وفي حديث بن مسعود رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبر عبد الله ذي البجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه أخرجه أبو عوانة في صحيحه (فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج ۱۱ ص ۱۴۴، قوله باب الدعاء مستقبل القبلة)

الدعاء مستقبل القبلة أقرب إلى الإجابة (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۱۸۶، كتاب الصلاة، باب صلاة الاستسقاء)

طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کی ممانعت کا ذکر نہ ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے دیگر مواقع پر قبلہ کی طرف رُخ کی پابندی کئے بغیر بلا تکلف دعاء کا ثبوت ہونے اور میت کے سلام کے لئے خطاب کا صیغہ ہونے کی وجہ سے سامنے کھڑے ہونے کے افضل ہونے اور سلام کے بعد قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کے تکلف سے بچنے کی بناء پر قبر یا میت کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کو جائز بلکہ بعض نے مستحب قرار دیا ہے۔ [1]

چنانچہ بعض مشائخِ حنفیہ نے قبرستان میں دعاء کے وقت قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] آداب زيارة القبور :قال الحنفية :السنة زيارتها قائما، والدعاء عندها قائما، كما كان يفعله صلى الله عليه وسلم في الخروج إلى البقيع، ويقول :السلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا ولكم، أنتم سلفنا ونحن بالأثر أو يقول :السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، نسأل الله لنا ولكم العافية ثم يدعو قائما، طويلا .وفي شرح المنية :يدعو قائما مستقبل القبلة، وقيل :يستقبل وجه الميت .وقال الشافعية :يندب أن يقول الزائر :سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم، وأن يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعو لهم، وأن يسلم على المزور من قبل وجهه، وأن يتوجه في الدعاء إلى القبلة، وعن الخراسانيين إلى وجهه، وعليه العمل .وقال الحنابلة :سن وقوف زائر أمامه قريبا منه، وقول :السلام عليكم دار قوم مؤمنين، أو أهل الديار من المؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، ويرحم الله المستقدمين منكم والمستأخرين، نسأل الله لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم، واغفر لنا ولهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴،ص ۹۰،مادة "زيارة القبور")

(باب الدعاء غير مستقبل القبلة)أي :هذا باب في بيان الدعاء حال كون الداعي غير مستقبل القبلة (عمدة القاري للعيني، ج۲۲ص ۳۰۱، كتاب الادب)

باب الدعاء غير مستقبل القبلة:فيه :أنس، بينا النبي (صلى الله عليه وسلم) يخطب يوم الجمعة، فقام رجل :يا رسول الله، ادع الله أن يسقينا . . .الحديث .الدعاء حسن كيفما تيسر للمؤمنين على جميع أحوالهم، ألا ترى قوله تعالى :(الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم)فمدحهم الله تعالى ولم يشترط في ذلك حالة دون حالة، ولذلك دعا النبي (صلى الله عليه وسلم) في خطبته يوم الجمعة وهو غير مستقبل القبلة(شرح صحيح البخاري لابن بطال،ج۱۰ص۱۰۵، كتاب الادب)

[2] وفي القهستاني ويستحب زيارة القبور فيقوم بحذاء الوجه قربا وبعدا كما في الحياة فيقول عليكم السلام يا أهل القبور ويدعوه مستقبل القبلة وقيل الدعاء قائما أولى(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر،ج۲،ص ۵۵۲،كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض مشائخِ حنفیہ کا قول میت کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کا ہے، اور بعض حضرات نے اسی پر مسلمانوں کے عمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ۱

اور بعض مالکیہ نے بھی میت کی طرف رخ کر کے دعاء کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ ۲

اور شافعیہ کے اس بارے میں دونوں قول ہیں، میت کی طرف رخ کر کے سلام کرنے کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة كذا فى خزانة الفتاوى(الفتاوى الهندية، ج۵،ص ۳۵۰،كتاب الكراهية،الباب السادس عشر فى زيارة القبور وقراء ة القرآن فى المقابر)

وعند الدعاء للميت يستقبل القبلة، وكذا عند قبر النبى -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وهو اختيار الزعفرانى من الشافعية أيضا(البناية شرح الهداية، ج۳،ص ۲۶۲، كتاب الصلاة، باب الجنائز)

۱ ويستحب زيارة القبور للرجال وتكره للنساء ويدعو قائما مستقبل القبلة وقيل يستقبل وجه الميت وهو قول الشافعى رحمه الله تعالى وكذا الكلام فى زيارته عليه السلام(منية المصلى وغنية المبتدى، ج ۱،ص ۳۲۱، كتاب الصلاة)

قوله" :والسنة زيارتها قائما "قال فى شرح المشكاة ينبغى أن يدنو من القبر قائما أو قاعدا بحسب ما كان يصنع لزواره فى حياته اهـ وكذا ذكره غيره وفى القهستانى ويقوم بحذاء ه وجهه قربا وبعدا مثل ما فى الحياة قال فى الأحياء والمستحب فى زيارة القبور إن يقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه الميت وأن يسلم ولا يمسح القبر ولا يقبله ولا يمسه فإن ذلك من عادة النصارى كذا فى شرح الشرعة قال فى شرح المشكاة بعد كلام وحديث ما نصه فيه دلالة على أن المستحب فى حال السلام على الميت أن يكون لوجهه وأن يستمر كذلك فى الدعاء أيضا وعليه عمل عامة المسلمين خلافا لما قاله ابن حجر(حاشية الطحطاوى على المراقى، ج ۱ ص ۶۲۰، ۶۲۱،فصل فى زيارة القبور)

۲ وصفة السلام على الأموات أن يقول :السلام عليكم أهل الديار المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون أسأل الله لنا ولكم العافية، ثم يقول اللهم اغفر لنا ولهم وما زدت، أو نقصت فواسع، والمقصود الاجتهاد لهم فى الدعاء ، ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه وهو مخير بين أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم -الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه(مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل،للحطاب الرعينى المالكى، ج۲ ص۲۳۷، كتاب الجنائز ،مسائل متعلقة بالغسل والدفن والصلاة)

وصفة السلام على الأموات أن يقول (السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين، والمؤمنات، والمسلمين، والمسلمات رحم الله المستقدمين منا، والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعد قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنے کا بھی، جو کہ ان کا مشہور قول ہے، اور میت کی طرف رُخ کر کے دعاء کا بھی، اور خراسان کے متبحر فقہائے شافعیہ نے میت کی طرف رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اور اسی پر مسلمانوں کے عمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أسأل الله لنا ولكم العافية) انتهى .ثم يقول :(اللهم اغفر لنا ولهم) وما زدت، أو نقصت فواسع، والمقصود الاجتهاد لهم فى الدعاء ، فإنهم أحوج الناس لذلك لانقطاع أعمالهم، ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه، وهو مخير فى أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، أو قبالة وجهه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره من الثناء ، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم -الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه، وكذلك يدعو عند هذه القبور عند نازلة نزلت به، أو بالمسلمين ويتضرع إلى الله تعالى فى زوالها وكشفها عنه وعنهم، وهذه صفة زيارة القبور عموما .فإن كان الميت المزار ممن ترجى بركته فيتوسل إلى الله تعالى به، وكذلك يتوسل الزائر بمن يراه الميت ممن ترجى بركته إلى النبى -صلى الله عليه وسلم بل يبدأ بالتوسل إلى الله تعالى بالنبى -صلى الله عليه وسلم -، إذ هو العمدة فى التوسل، والأصل فى هذا كله، والمشرع له فيتوسل به -صلى الله عليه وسلم -وبمن تبعه بإحسان إلى يوم الدين (المدخل،لابن الحاج ،ج ا ص ۲۵۴ و ۲۵۵، فصل التوسل بالنبى صلى الله عليه وسلم)

[1] فمن قصد السلام على ميت سلم عليه من قبل وجهه وإذا أراد الدعاء تحول عن موضعه واستقبل القبلة قال أبو موسى وقال الفقهاء المتبحرون الخراسانيون المستحب فى زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه الميت يسلم(المجموع شرح المهذب للنووى ،ج۵ص ۳۱۱،كتاب الجنائز،باب التعزية والبكاء على الميت)

ويندب أن يقول الزائر :سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم وأن يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعو لهم وأن يسلم على المزور من قبل وجهه وأن يتوجه فى الدعاء إلى القبلة وعن الخراسانيين إلى وجهه وعليه العمل(الغرر البهية فى شرح البهجة الوردية، لابى يحيىٰ زكريا بن محمدالسنيكى الشافعى، ج۲ص ۱۲۱ ،باب الجنائز)

(قوله :فيدعو له) أى فعقب القراء ة يسن أن يدعو للميت رجاء الإجابة، لأن الدعاء ينفع الميت، وهو عقب القراء ة أقرب إلى الإجابة.

وسيأتى -فى باب الوصية -كلام فى حصول ثواب الدعاء والقراء ة للميت -إن شاء الله تعالى -
(وقوله :مستقبلا للقبلة) حال من فاعل يدعو، أى يدعو حال كون الداعى مستقبلا للقبلة.

وعبارة المغنى :وعند الدعاء يستقبل القبلة وإن قال الخراسانيون باستحباب استقبال وجه الميت(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين للدمياطى البكرى الشافعى، ج۲ص ۱۶۲، باب الصلاة)

قال الآجرى فى النصيحة :يسن الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء للميت مستقبل وجهه بالثبات فيقال اللهم هذا عبدك وأنت أعلم به منا ولا نعلم منه إلا خيرا وقد أجلسته تسأله اللهم فثبته بالقول الثابت فى الآخرة كما ثبته فى الدنيا اللهم ارحمه وألحقه بنبيه ولا تضلنا بعده ولا تحرمنا أجره اهـ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۶۷۵۷)

اورحنابلہ کے نزدیک قبر کی زیارت کرنے والے کو قبر کے سامنے کھڑے ہونا اور ''السلام علیکم دار قوم مومنین الخ'' دعاء کا کرنا مستحب ہے، اور حنابلہ کی ایک روایت حسبِ منشاء کسی بھی جگہ کھڑے ہونے کی ہے، اور دعاء کے ثبوت کی دلیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلِ بقیع کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا منقول ہے۔ [1]

---

[1] وقال شيخنا :تجوز زيارته للاعتبار ، وقال :ولا يمنع الكافر زيارة قريبه المسلم ، ويقف الزائر أمام القبر ، وعنه :حيث شاء وعنه :قعوده كقيامه ، وذكره أبو المعالى ، وينبغى أن يقرب منه، كزيارته حيا ، ذكره في الوسيلة والتلخيص ، ويجوز لمس القبر باليد ، وعنه :يكره ؛ لأن القرب يتلقى من التوقيف ، ولم يرد به سنة ؛ ولأنه عادة أهل الكتاب ، وعن الشافعية كهذا ، وعن الحنفية مثله والذى قبله ، وعنه :يستحب ، صححها أبو الحسين فى التمام ، لأنه يشبه مصافحة الحى ، لا سيما ممن ترجى بركته .

وفى الوسيلة :هل يستحب عند فراغ دفنه وضع يده عليه وجلوسه على جانبيه ؟ فيه روايتان ، ويستحب إذا زارها أو مر بها أن يقول " :السلام عليكم دار قوم مؤمنين أو أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون ، نسأل الله لنا ولكم العافية ، اللهم لا تحرمنا أجرهم ، ولا تفتنا بعدهم ، واغفر لنا ولهم "وفى ذلك أن اسم ، الدار يقع على المقابر ، وإطلاق الأهل على ساكنى المكان من حى وميت .

ودعا عليه السلام لأهل البقيع فقال :(اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) سمى به لغرقد كان فيه وهو ما عظم من العوسج ، وقيل :كل شجر له شوك ، قال جماعة :السلام هنا معرف ، ونص عليه أحمد ، لأنه أشهر فى الإخبار ، ورواه مسلم من رواية أبى هريرة وبريدة ، والتنكير فى طرق لأحمد من رواية أبى هريرة وعائشة ، وذكر جماعة تنكيره ، ونص عليه ، وخيره صاحب المحرر وغيره ، وذكره بعضهم نصا ، وكذا السلام على الأحياء ، على ما ذكره غير واحد ، وعنه :تعريفه أفضل ، قال صاحب النظم :كالرد ، وقيل :تنكيره ، قاله ابن عقيل ؛ لأنه روى عن عائشة .

وقال ابن البنا :سلام التحية منكر وسلام الوداع معرف ، وإنما قال عليه السلام :(عليك السلام تحية الموتى) على عاداتهم فى تحية الأموات يقدمون اسم الميت على الدعاء ، ذكره صاحب المحرر ، وفعلوا ذلك لأن المسلم على قوم يتوقع جوابا والميت لا يتوقع منه ، فجعلوا السلام عليه كالجواب ، وهذا فى الدعاء بالخير والمدح ، ويقدم الضمير فى الشر والذم كقوله تعالى (عليهم دائرة السوء) (وإن عليك لعنتى) وفى الصحيح أن ابن عمر مر بابن الزبير وهو مقتول فقال :السلام عليك أبا خبيب ، وكرره ثلاثا ، فدل أنه كالسلام على الحى وأن الأول أفضل ، وفيه السلام على من لم يدفن ، وورد تكراره فى الحى فى المتهاجرين وفى سلام ابن جابر على النبى صلى الله عليه وسلم وهو يصلى .

ويسمع الميت الكلام ، ولأحمد من حديث سفيان عمن سمع أنسا عنه مرفوعا (إن أعمالكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دعاء واستغفار، زیارتِ قبور کے مقاصد ومصالح میں سے ہے

ملحوظ رہے کہ متعدد فقہائے کرام نے میت کے لئے دعاء واستغفار کرنے کو زیارتِ قبور کے مصالح ومقاصد میں ذکر کیا ہے، کیونکہ اس مقصد کے لئے زیارتِ قبور کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی وفعلی احادیث سے ثابت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک امت کا اس پر عمل رہا ہے۔

اور اگر چہ بہت سے فقہائے کرام کی عبارات میں میت کے لئے دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کا صراحتاً ذکر نہیں پایا جاتا، لیکن ایک تو ہاتھ اٹھانا مطلقاً دعاء کے آداب میں سے ہے، اس لئے وہ ضمناً اس میں داخل ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد اور بعض دوسرے مواقع پر مختلف دعائیں منقول ہیں، جن میں ہاتھ اٹھانے کی تصریح نہیں پائی جاتی، مگر اہلِ علم حضرات مذکورہ اصول ہی کی بناء پر ہاتھ اٹھانے کو نہ صرف جائز بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں، دوسرے قبرستان میں دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانے کا احادیث میں ثبوت بھی پایا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، اس لئے اس کے ثبوت کا انکار ممکن نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ تعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات فإن كان خيرا استبشروا ، وإن كان غير ذلك قالوا :اللهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا) ورواه أبو داود الطيالسي في مسنده عن جابر مرفوعا ، وهو ضعيف ، قال أحمد :يعرف زائره يوم الجمعة بعد الفجر قبل طلوع الشمس :وفي الغنية :يعرفه كل وقت ، وهذا الوقت آكد ، وأطلق أبو محمد البربهاری من متقدمي أصحابنا أنه يعرفه (الفروع وتصحيح الفروع، لابن مفلح الحنبلي، ج۳ص ۴۱۲ الیٰ ۴۱۵، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور وإهداء القرب وما يتعلق بذلك)

[1] فالزيارة للقبور فيها مصلحتان :الدعاء للأموات والترحم عليهم، وتذكر الآخرة والاعتبار(شرح أخصر المختصرات لعبد الله بن عبد الرحمن بن عبد الله بن جبرين، ج ۲۱ ص ۹، كيفية صلاة الجنازة،زيارة القبور خاصة بالرجال)

لا بأس بزيارة القبور والدعاء للأموات إن كانوا مؤمنين من غير وطء القبور لقول النبي -صلى الله عليه وسلم :-إني كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها فإنها تذكركم الآخرة ، ولعمل الأمة من لدن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إلى يومنا هذا(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۳۲۰، كتاب الصلاة،فصل بيان وجوب الدفن)

رہا یہ شبہ کہ میت کے لئے دعاء اور استغفار تو ہر جگہ سے کیا جا سکتا ہے، جس میں قبر یا قبرستان کی کوئی قید نہیں، پھر اس کو قبرستان میں یا قبر پر حاضری کے مصالح یا مقاصد میں شمار کرنے کا کیا مطلب؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ واقعتاً میت کے لئے دعاء واستغفار ہر جگہ سے کیا جا سکتا ہے، لیکن قبر پر جانے کا ایک مقصد موت کو یاد کرنا اور عبرت وبصیرت کا حاصل کرنا ہے، اور احادیث سے قبر پر جانے کا مقصد میت کے لئے دعاء واستغفار کرنا بھی معلوم ہو چکا، جس کی وجہ یہ ہے کہ قبرستان میں یا قبر کے قریب کھڑے ہو کر جس طرح موت کی یاد کا احساس ہوتا ہے، اسی طرح میت کے لئے دعاء کرنے میں رقّت وتاثیر اور میت کے لئے دعاء واستغفار کی ضرورت کی اہمیت کا زیادہ احساس اور حضورِ قلب زیادہ پایا جاتا ہے، ورنہ تو موت کو بھی ہر جگہ سے یاد کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر کسی بھی جگہ رہتے ہوئے درود وسلام پڑھا جا سکتا ہے، لیکن ان کی قبور پر جا کر پڑھنے میں رقّت وتاثیر اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر درود وسلام پڑھنے کی اہمیت کا احساس اور حضورِ قلب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار زیادہ پایا جاتا ہے۔

اور آگے آتا ہے کہ عام مومنین کی قبور پر تو ان کے لئے سلامتی واستغفار کی شکل میں دعاء ہوتی ہے، اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی قبور پر اس کے بجائے صلاۃ وسلام کی شکل میں دعاء ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] فلا حرج أن يزور الإنسان قبر والده ووالدته ويسلم عليهما ويدعو ويستغفر لهما ويترحم عليهما وهو من البر؛ لما فيه من الاشتمال على الدعاء والاستغفار والترحم، وقد عدّ النبى صلى الله عليه وسلم الدعاء للوالدين والاستغفار لهما من البر، وفى الحديث :(يا رسول الله !هل بقى من برى لوالدى شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال :نعم :الصلاة عليهما، والاستغفار لهما، وصلة الرحم التى لا توصل إلا بهما).

وقوله :(الصلاة عليهما) لا شك أن الدعاء عند وقوفه على القبر أبلغ تأثراً، وأبلغ حضوراً للقلب واستشعاراً لحاجة الميت للدعاء ، بخلاف ما إذا ذكره وهو بعيدٌ عن قبره، فلا حرج إذا زار أو خص قبر الوالد والوالدة بالزيارة والسلام عليه والدعاء له، وهو إن شاء الله مأجورٌ على ذلك والله تعالى أعلم(شرح زاد المستقنع،للشنقيطى،كتاب الصلاة، باب الصلاة على الميت)

شرعی اور غیر شرعی زیارتِ قبور کی دو قسمیں

مگر یہ تمام بحث اس دعاء کے متعلق ہے، جس میں دعاء واستغفار میت کے لئے مقصود ہو، جس طرح سے نمازِ جنازہ میں دعاء واستغفار میت کے لئے مقصود ہوتا ہے، اوراس میں میت کا فائدہ ہوتا ہے، نہ کہ دعاء کرنے والے کا، البتہ اس کو دعاء کرنے پر اجروثواب حاصل ہوتا ہے۔

اوراگر میت سے حاجات کا طلب کرنا یا وہاں جا کر اپنے مقاصد کی دعاؤں کے لازمی طور پر قبول ہونے کی تاثیر کا عقیدہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور خرابی ہو، تو یہ نہ تو جائز ہے، اور نہ ہی شرعی زیارتِ قبور میں داخل ہے، بلکہ زمانۂ جاہلیت کے طریقوں میں سے ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ اور دیگر کتب میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اورانہوں نے فرمایا کہ زیارتِ قبور کی دو قسمیں ہیں، ایک شرعی، جس کو اہلِ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اختیار کرتے ہیں، اور یہ مسنون ومستحب عمل ہے، اور دوسری غیر شرعی، جس کو اہلِ بدعت اور اہلِ شرک اختیار کرتے ہیں۔

شرعی زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ میت پر سلام کیا جائے، اوراس کے لئے مغفرت وغیرہ کی دعاء کی جائے، اس زیارتِ قبور کی حیثیت ایسی ہے، جیسا کہ فوت ہونے کے بعد میت کا نمازِ جنازہ پڑھنا کہ جس میں میت کے لئے دعاء کا قصد ہوتا ہے، اور داعی کو اس کی قبر پر دعاء کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔

زیارتِ قبور کا یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک اہلِ حق میں رائج رہا ہے۔ [1]

---

[1] وأما "زيارة القبور المشروعة "فهو أن يسلم على الميت ويدعو له بمنزلة الصلاة على جنازته كما كان النبى صلى الله عليه وآله وسلم يعلم أصحابه إذا زارو القبور أن يقولوا " :(سلام عليكم أهل دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور غیر شرعی زیارتِ قبور وہ ہے، جس کا مقصود میت سے اپنی حاجات کو طلب کرنا اور وہاں جا کر دعاء کی لازمی قبولیت وغیرہ کا عقیدہ ہونا ہے، یا اسی طرح کا اور کوئی غلط عقیدہ یا عمل ہوتا ہے، جس کے لئے بہت سے لوگ دور دراز سے خاص اہتمام کے ساتھ سفر کر کے جاتے ہیں، اور مختلف بے اعتدالیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، اور یہ طریقہ بدعتِ منکرہ میں داخل ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وسلف سے ثابت نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمستأخرين نسأل الله لنا ولكم العافية اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم) وروى عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم أنه قال " :(ما من رجل يمر بقبر رجل كان يعرفه فى الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام) . والله تعالى يثيب الحى إذا دعا للميت المؤمن كما يثيبه إذا صلى على جنازته :ولهذا نهى النبى صلى الله عليه وآله وسلم أن يفعل ذلك بالمنافقين .فقال عز من قائل :(ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره) فليس فى الزيارة الشرعية حاجة الحى إلى الميت ولا مسألته ولا توسله به؛ بل فيها منفعة الحى للميت كالصلاة عليه والله تعالى يرحم هذا بدعاء هذا وإحسانه إليه ويثيب هذا على عمله فإنه ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم أنه قال " :(إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث :صدقة جارية أو علم ينتفع به من بعده أو ولد صالح يدعو له)(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۷ ص ۷۰، ۷۱، الفقه، الزيارة،زيارة القبور المشروعة)

وأما القبور التى فى المشاهد وغيرها، فالسنة لمن زارها أن يسلم على الميت، ويدعو له بمنزلة الصلاة على الجنائز، كما كان النبى -صلى الله عليه وسلم -يعلم أصحابه أن يقولوا إذا زاروا القبور :السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين، والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم عن قريب لاحقون، ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم، والمستأخرين، نسأل الله لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم .وأما التمسح بالقبر، أو الصلاة عنده، أو قصده لأجل الدعاء عنده، معتقدا أن الدعاء هناك أفضل من الدعاء فى غيره، أو النذر له ونحو ذلك، فليس هذا من دين المسلمين، بل هو مما أحدث من البدع القبيحة، التى هى من شعب الشرك، والله أعلم وأحكم(الفتاوىٰ الكبرىٰ لابنِ تيمية، ج۳ص ۳۶، ۳۷، كتاب الجنائز، القراء ة للميت)

[1] البتہ علامہ ابنِ تیمیہ کے زیارتِ قبور صالحین کے لئے ''شدِّ رحال'' کے مسئلہ میں جمہور علماء کا اختلاف ہے۔

فمما يدخل فى هذا قصد القبور للدعاء عندها أو لها فإن الدعاء عند القبور وغيرها من الأماكن ينقسم إلى نوعين

أحدهما أن يحصل الدعاء فى البقعة بحكم الاتفاق لا لقصد الدعاء فيها كمن يدعو الله فى طريقه ويتفق أن يمر بالقبور أو من يزورها فيسلم عليها ويسأل الله العافية له وللموتى كما جاء ت به السنة فهذا ونحوه لا بأس به

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ کی یہ تقسیم اصولی اعتبار سے صحیح ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانی أن يتحرى الدعاء عندها بحيث يستشعر أن الدعاء هناك أجوب منه فی غيره فهذا النوع منهی عنه إما نهی تحريم أو تنزيه وهو إلی التحريم أقرب والفرق بين البابين ظاهر (اقتضاء الصراط المستقيم لابنِ تيمية، ج۲ص۱۹۵،فصل فی النوع الثانی من الأمكنة، الدعاء عند القبور)

وزيارة القبور علی وجهين :زيارة أهل التوحيد المتبعين للرسل، وزيارة أهل البدع والشرک.

فالأولی مقصودها أن يسلم علی الميت ويدعی له، وزيارة قبره بمنزلة الصلاة عليه إذا مات، يقصد بها الدعاء له، والله سبحانه يثيب هذا الداعی له عند قبره كما يثيب الداعی إذا صلی عليه وهو علی سريره.والثانية مقصودها أن يطلب منه الحوائج، أو يقسم علی الله، أو يظن أن دعاء الله عند قبره أقرب إلی الإجابة، فهذا كله من البدع المنكرة باتفاق أئمة المسلمين، ولم يكن شیء من هذا علی عهد الرسول -صلی الله عليه وسلم -وأصحابه والتابعين لهم بإحسان(منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية، ج۲ص۴۳۸،الفصل الثانی فی أن مذهب الإمامية واجب الاتباع،التعليق علی قوله وأن الأنبياء معصومون من الخطأ والسهو،غلو الرافضة أدخلهم فيما حرمه الله من العبادات الشركية)

فكما أن المقصود بالصلاة علی الميت الدعاء له؛فالمقصود بزيارة قبره الدعاء له كما ثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم فی الصحيح والسنن والمسند "أنه كان يعلم أصحابه إذا زاروا القبور، أن يقول قائلهم :السلام عليكم أهل دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون .ويرحم الله المستقدمين مناومنكم والمستأخرين، نسأل الله لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم، واغفر لنا ولهم .

فهذا دعاء خاص للميت، كما فی دعاء الصلاة علی الجنازة الدعاء العام والخاص اللهم اغفر لحينا وميتنا، وشاهدنا وغائبنا، وصغيرنا وكبيرنا، وذكرنا وأنثانا، إنک تعلم متقلبنا ومثوانا أی ثم يخص الميت بالدعاء .

قال الله تعالی فی حق المنافقين :(ولا تصل علی أحد منهم مات أبدا ولا تقم علی قبره إنهم كفروا بالله ورسوله)الآية.

فلما نهی الله نبيه صلی الله عليه وسلم عن الصلاة عليهم والقيام علی قبورهم -لأجل كفرهم -دل ذلک بطريق التعليل والمفهوم علی أن المؤمن يصلی عليه ويقام علی قبره .ولهذا فی السنن :أن النبی صلی الله عليه وسلم كان إذا دفن الرجل من أصحابه يقوم علی قبره، ثم يقول " :سلوا له التثبيت، فإنه الآن يسأل .

فأما أن يقصد بالزيارة :سؤال الميت، أو الإقسام به علی الله، أو استجابة الدعاء عند تلک البقعة، فهذا لم يكن من فعل أحد من سلف الأمة، لا الصحابة ولا التابعين لهم بإحسان، وإنما حدث ذلک بعد ذلک(اقتضاء الصراط المستقيم لابنِ تيمية، ج۲ص۲۹۳،۲۹۴، فصل فی مقامات الأنبياء وحكم قصدها)

وأصل هذا أن قول القائل إن الدعاء مستجاب عند قبور الأنبياء والصالحين قول ليس له أصل فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد علامہ ابنِ قیم نے شرعی زیارتِ قبور یا موحدین کی زیارتِ قبور کے مقاصد میں آخرت کو یاد کرنا اور عبرت وبصیرت کا حاصل کرنا، اور صاحبِ قبر کے لئے رحمت اور استغفار اور اس کے لئے عافیت کی دعاء کر کے، اس کے ساتھ نیک سلوک کرنا، اور اس کے ساتھ تعلق کو نہ چھوڑنا، اور اس کے ساتھ انسیت کو برقرار رکھنا وغیرہ، اور سنت کی اتباع کرنا بتلایا ہے۔

اور غیر شرعی یا مشرکین کی زیارتِ قبور کا معاملہ اس کے برعکس ہے، جنہوں نے زیارتِ قبور کے مقصد کو میت کے ساتھ شرک کر کے اور (اور اللہ کے بجائے) میت سے دعاء کر کے اور اس سے اپنی حوائج کا سوال کر کے، اور اس طرح کے دیگر غلط عقائد وحرکات کے ساتھ بدل دیا، اور اس طرح سے انہوں نے شرعی زیارتِ قبور کے طریقہ کی برکات سے اپنے آپ کو محروم کر لیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كتاب الله، ولا سنة رسوله، ولا قاله أحد من الصحابة، ولا التابعين لهم بإحسان، ولا أحد من أئمة المسلمين المشهورين بالإمامة فى الدين : كمالك، والثورى، والأوزاعى، والليث بن سعد، وأبى حنيفة، والشافعى، وأحمد بن حنبل، وإسحاق بن راهويه، وأبى عبيدة .ولا مشايخهم الذين يقتدى بهم : كالفضيل بن عياض، وإبراهيم بن أدهم، وأبى سليمان الدارانى، وأمثالهم.

ولم يكن فى الصحابة والتابعين والأئمة والمشايخ المتقدمين من يقول إن الدعاء مستجاب عند قبور الأنبياء والصالحين، ولا مطلقا ولا معينا، ولا فيهم من قال إن دعاء الإنسان عند قبور الأنبياء والصالحين أفضل من دعائه فى غير تلك البقعة، ولا أن الصلاة فى تلك البقعة أفضل من الصلاة فى غيرها، ولا فيهم من كان يتحرى الدعاء ولا الصلاة عند هذه القبور(الفتاوىٰ الكبرىٰ لابنِ تيمية، ج٢ص ٤٢٦، كتاب الذكر والدعاء، مسألة قول بعض العلماء إن الدعاء مستجاب عند قبور أربعة)

[1] الذى شرعه الرسول ﷺ عند زيارة القبور :إنما هو تذكر الآخرة، والإحسان إلى المزور بالدعاء له، والترحم عليه، والاستغفار له، وسؤال العافية له .فيكون الزائر محسنا إلى نفسه وإلى الميت، فقلب هؤلاء المشركون الأمر، وعكسوا الدين وجعلوا المقصود بالزيارة الشرك بالميت، ودعاءه والدعاء به، وسؤاله حوائجهم، واستنزال البركات منه، ونصره لهم على الأعداء ونحو ذلك .فصاورا مسيئين إلى نفوسهم وإلى الميت ولو لم يكن إلا بحرمانه بركة ما شرعه الله تعالى من الدعاء له والترحم عليه والاستغفار له(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان لابن القيم ،ج١ ص١٩٨ ،الباب الثالث عشر :فى مكايد الشيطان التى يكيد بها ابن آدم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ انبیاء وصلحاء کی قبور کی زیارت کے لئے جانا اور وہاں جا کر ان کے لئے مغفرت، سلامتی ورحمت کی دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ ضمناً اپنے لئے اللہ سے مغفرت، سلامتی ورحمت کی دعاء کرنا جائز ہے، جیسا کہ متعدد احادیث میں میت کے ساتھ اپنے لئے بھی اس طرح کی دعاء کا ذکر آیا ہے، بشرطیکہ دعاء اللہ ہی سے کی جائے، صاحبِ قبر سے دعاء نہ کی جائے، اور نہ ہی کوئی دوسرا غلط عقیدہ یا عمل شامل ہو، جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ بزرگوں کے مشہور مزارات پر ایسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فصل فی الفرق بین زیارة الموحدین للقبور، وزیارة المشرکین: أما زیارة الموحدین :فمقصودها ثلاثة أشیاء : أحدها :تذکر الآخرة والاعتبار والاتعاظ .وقد أشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی ذلک بقوله : "زوروا القبور، فإنها تذکرکم الآخرة ."الثانی :الإحسان إلی المیت، وأن لا یطول عهده به، فیهجره، ویتناساه، کما إذا ترک زیارة الحی مدة طویلة تناساه، فإذا زار الحی فرح بزیارته وسر بذلک، فالمیت أولی .لأنه قد صار فی دار قد هجر أهلها إخوانهم وأهلهم ومعارفهم، فإذا زاره وأهدی إلیه هدیة :من دعائه، أو صدقة، أو أهدی قربة، ازداد بذلک سروره وفرحه، کما یسر الحی بمن یزوره ویهدی له .ولهذا شرع النبی صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم للزائرین أن یدعوا لأهل القبور بالمغفرة والرحمة، وسؤال العافیة فقط .ولم یشرع أن یدعوهم، ولا یدعوا بهم، ولا یصلی عندهم. الثالث :إحسان الزائر إلی نفسه باتباع السنة، والوقوف عند ما شرعه الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، فیحسن إلی نفسه وإلی المزور. وأما الزیارة الشرکیة فأصلها مأخوذ عن عباد الأصنام (ایضاً، ج ۱، ص۲۱۸)

[1] شد الرحال لزیارة القبور:

ذهب جمهور العلماء إلی أنه یجوز شد الرحل لزیارة القبور، لعموم الأدلة، وخصوصا قبور الأنبیاء والصالحین.

ومنع منه بعض الشافعیة، وابن تیمیة -من الحنابلة -لقوله صلی اللہ علیه وسلم :لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد :مسجدی هذا، والمسجد الحرام، والمسجد الأقصی، وأخرج أحمد فی المسند عن عمر بن عبد الرحمن بن الحارث قال :لقی أبو بصرة الغفاری أبا هریرة، وهو جاء من الطور فقال :من أین أقبلت؟ قال :من الطور، صلیت فیه .قال :أما لو أدرکتک قبل أن ترحل إلیه ما رحلت، إنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول :لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد :المسجد الحرام، ومسجدی هذا، والمسجد الأقصی . ونقل ابن تیمیة هذا المذهب عن بعض الصحابة والتابعین.

وحمل القائلون بالجواز الحدیث علی أنه خاص بالمساجد، فلا تشد الرحال إلا لثلاثة منها .بدلیل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر کچھ لوگ زیارتِ قبور کے موقع پر بعض منکرات کو اختیار کرتے ہوں، خواہ وہ عام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جواز شد الرحال لطلب العلم وللتجارة، وفى رواية لا ينبغى للمطى أن تشد رحاله إلى مسجد ينبغى فيه الصلاة غير المسجد الحرام والمسجد الأقصى ومسجدى هذا.

زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم:

لا خلاف بين العلماء فى استحباب زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم وفى زيارة قبور الأنبياء والأولياء تفصيل ينظر فى (زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۸۹،مادة "زيارة")

واختلف العلماء فى شد الرحال وإعمال المطى إلى غير المساجد الثلاثة كالذهاب إلى قبور الصالحين وإلى المواضع الفاضلة ونحو ذلك فقال الشيخ أبو محمد الجوينى من أصحابنا هو حرام وهو الذى أشار القاضى عياض إلى اختياره والصحيح عند أصحابنا وهو الذى اختاره إمام الحرمين والمحققون أنه لا يحرم ولا يكره قالوا والمراد أن الفضيلة التامة إنما هى فى شد الرحال إلى هذه الثلاثة خاصة والله أعلم(النووى ،كتاب الحج ،باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره)

ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه، وهو مخير فى أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، أو قبالة وجهه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره من الثناء ، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه، وكذلك يدعو عند هذه القبور عند نازلة نزلت به، أو بالمسلمين ويتضرع إلى الله تعالى فى زوالها وكشفها عنه وعنهم، وهذه صفة زيارة القبور عموما.

فإن كان الميت المزار ممن ترجى بركته فيتوسل إلى الله تعالى به، وكذلك يتوسل الزائر بمن يراه الميت ممن ترجى بركته إلى النبى -صلى الله عليه وسلم بل يبدأ بالتوسل إلى الله تعالى بالنبى -صلى الله عليه وسلم -، إذ هو العمدة فى التوسل، والأصل فى هذا كله، والمشرع له فيتوسل به -صلى الله عليه وسلم -وبمن تبعه بإحسان إلى يوم الدين .

بل يبدأ بالتوسل إلى الله تعالى بالنبى -صلى الله عليه وسلم -، إذ هو العمدة فى التوسل، والأصل فى هذا كله، والمشرع له فيتوسل به -صلى الله عليه وسلم -وبمن تبعه بإحسان إلى يوم الدين، وقد روى البخارى عن أنس -رضى الله عنه -(أن عمر بن الخطاب -رضى الله عنه -كان إذا قحطوا استسقى بالعباس فقال :اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبيك -صلى الله عليه وسلم -فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبيك فاسقنا فيسقون) انتهى.

ثم يتوسل بأهل تلك المقابر أعنى بالصالحين منهم فى قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه، ثم يدعو لنفسه ولوالديه ولمشايخه ولأقاربه ولأهل تلك المقابر ولأموات المسلمين ولأحيائهم وذريتهم إلى يوم الدين ولمن غاب عنه من إخوانه ويجأر إلى الله تعالى بالدعاء عندهم ويكثر التوسل بهم إلى الله تعالى؛ لأنه سبحانه وتعالى اجتباهم وشرفهم وكرمهم فكما نفع بهم فى الدنيا ففى الآخرة أكثر، فمن أراد حاجة فليذهب إليهم ويتوسل بهم، فإنهم الواسطة بين الله تعالى وخلقه، وقد تقرر فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مومنین کی قبور ہوں یا اولیائے کرام کی قبور ہوں، تو ان منکرات کا انکار کیا جائے گا، اور حتی الامکان ان کے ازالہ کی کوشش کی جائے گی، مگر اس کی وجہ سے شرعی اور جائز طریقہ پر زیارتِ قبور کے عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشرع وعلم ما لله تعالى بهم من الاعتناء ، وذلك كثير مشهور، وما زال الناس من العلماء ، والأكابر كابرا عن كابر مشرقا ومغربا يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذلك حسا ومعنى، وقد ذكر الشيخ الإمام أبو عبد الله بن النعمان -رحمه الله -فى كتابه المسمى بسفينة النجاء لأهل الالتجاء فى كرامات الشيخ أبى النجاء فى أثناء كلامه على ذلك ما هذا لفظه :تحقق لذوى البصائر، والاعتبار أن زيارة قبور الصالحين محبوبة لأجل التبرك مع الاعتبار، فإن بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فى حياتهم والدعاء عند قبور الصالحين، والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من أئمة الدين انتهى، ولا يعترض على ما ذكر من أن من كانت له حاجة فليذهب إليهم وليتوسل بهم بقوله -عليه الصلاة والسلام :-لا تشد الرحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدى، والمسجد الأقصى انتهى.

وقد قال الإمام الجليل أبو حامد الغزالى -رحمه الله تعالى -فى كتاب آداب السفر من كتاب الإحياء له ما هذا نصه :القسم الثانى :وهو أن يسافر لأجل العبادة إما لجهاد، أو حج إلى أن قال : ويدخل فى جملته زيارة قبور الأنبياء وقبور الصحابة، والتابعين وسائر العلماء ، والأولياء ، وكل من يتبرك بمشاهدته فى حياته يتبرك بزيارته بعد وفاته ويجوز شد الرحال لهذا الغرض، ولا يمنع من هذا قوله -صلى الله عليه وسلم -لا تشد الرحال إلا لثلاث مساجد المسجد الحرام ومسجدى، والمسجد الأقصى .

لأن ذلك فى المساجد؛ لأنها متماثلة بعد هذه المساجد، وإلا فلا فرق بين زيارة الأنبياء ، والأولياء ، والعلماء فى أصل الفضل، وإن كان يتفاوت فى الدرجات تفاوتا عظيما بحسب اختلاف درجاتهم عند الله عز وجل، والله تعالى أعلم(المدخل،لابن الحاج ،ج ا ص ٢٥٥ الىٰ ٢٥٦، فصل التوسل بالنبى صلى الله عليه وسلم)

ل (وسئل) - رضى الله عنه -عن زيارة قبور الأولياء فى زمن معين مع الرحلة إليها هل يجوز مع أنه يجتمع عند تلك القبور مفاسد كثيرة كاختلاط النساء بالرجال وإسراج السرج الكثيرة وغير ذلك؟

(فأجاب) بقوله زيارة قبور الأولياء قربة مستحبة وكذا الرحلة إليها وقول الشيخ أبى محمد لا تستحب الرحلة إلا لزيارته -صلى الله عليه وسلم -رده الغزالى بأنه قاس ذلك على منع الرحلة لغير المساجد الثلاثة مع وضوح الفرق فإن ما عدا تلك المساجد الثلاثة مستوية فى الفضل فلا فائدة فى الرحلة إليها وأما الأولياء فإنهم متفاوتون فى القرب من الله تعالى ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم فكان للرحلة إليهم فائدة أى فائدة فمن ثم سنت الرحلة إليهم للرجال فقط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی قبور پر ان کے لئے دعاء کرنا درود وسلام کی شکل میں ہوتا ہے، اور دیگر مسلمانوں کی قبور پر ان کے لئے دعاء کرنا سلام کے ساتھ ساتھ استغفار کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر درود وسلام اور دعاء کے وقت کیفیت

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہونے والے کے لئے صلاۃ وسلام پڑھنے کے وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک قبلہ کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہونے اور باقی ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک روضۂ اطہر کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اس کے بعد اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرتے وقت تمام فقہائے کرام کے نزدیک قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہونا بیان فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بقصد ذلک وانعقد نذرها كما بسطت الكلام على ذلك فى شرح العباب بما لا مزيد على حسنه وتحريره وما أشار إليه السائل من تلك البدع أو المحرمات فالقربات لا تترك لمثل ذلك بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع بل وإزالتها إن أمكنه(الفتاوى الفقهية الكبرى،لمحمد بن على بن حجر الهيتمى ،ج۲ ص ۲۴، كتاب الصلاة، باب الجنائز)

[1] ويستحب أيضا زيارة قبور أهل البقيع وشهداء أحد؛ للدعاء لهم والاستغفار؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقصد ذلك مع أن هذا مشروع لجميع موتى المسلمين كما يستحب السلام عليهم والدعاء لهم والاستغفار .وزيارة القبور بهذا القصد مستحبة وسواء فى ذلك قبور الأنبياء والصالحين وغيرهم وكان عبد الله بن عمر إذا دخل المسجد يقول :السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا أبا بكر السلام عليك يا أبت ثم ينصرف.

وأما زيارة قبور الأنبياء والصالحين لأجل طلب الحاجات منهم أو دعائهم والإقسام بهم على الله أو ظن أن الدعاء أو الصلاة عند قبورهم أفضل منه فى المساجد والبيوت فهذا ضلال وشرك وبدعة باتفاق أئمة المسلمين ولم يكن أحد من الصحابة يفعل ذلك ولا كانوا إذا سلموا على النبى صلى الله عليه وسلم يقفون يدعون لأنفسهم ولهذا كره ذلك مالك وغيره من العلماء وقالوا إنه من البدع التى لم يفعلها السلف واتفق العلماء الأربعة وغيرهم من السلف على أنه إذا أراد أن يدعو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام کی عبارات ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہائے کرام روضۂ اطہر پر حاضر ہونے والے کے لئے صلاۃ وسلام کے وقت روضۂ اطہر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ [1]

اور علامہ ابنِ ہمام نے صلاۃ وسلام کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی امام ابوحنیفہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يستقبل القبلة ولا يستقبل قبر النبى صلى الله عليه وسلم وأما إذا سلم عليه فأكثرهم قالوا :يستقبل القبر قاله مالک والشافعي وأحمد وقال أبو حنيفة :بل يستقبل القبلة أيضا ويكون القبر عن يساره وقيل :بل يستدبر القبلة (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۷ ص ۴۷۰، ۴۷۱، التفسير، سورة الاخلاص، حكم زيارة القبور الانبياء والصالحين)

فالزيارة الشرعية "مقصودها السلام على الميت والدعاء له سواء كان نبيا أو غير نبى .ولهذا كان الصحابة إذا زاروا النبى صلى الله عليه وسلم يسلمون عليه ويدعون له ثم ينصرفون ولم يكن أحد منهم يقف عند قبره ليدعو لنفسه؛ ولهذا كره مالک وغيره ذلک وقالوا :إنه من البدع المحدثة .

ولهذا قال الفقهاء :إذا سلم المسلم عليه وأراد الدعاء لنفسه لا يستقبل القبر بل يستقبل القبلة وتنازعوا وقت السلام عليه :هل يستقبل القبلة أو يستقبل القبر؟ فقال أبو حنيفة :يستقبل القبلة وقال مالک والشافعي وأحمد :يستقبل القبر(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۷ ص ۳۰، ۳۱، الفقه، الزيارة،فصل فى زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم ومدى صحتها)

[1] والجمهور على أن زائر قبر النبى صلى الله عليه وسلم يستدبر القبلة ويستقبل القبر الشريف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ص ۷۶، مادة " استقبال")

ثم يأتى القبر الشريف فيستقبل جداره ويستدبر القبلة على نحو أربعة أذرع من السارية التى عند رأس القبر فى زاوية جداره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷ص ۱۹۹ ، مادة " مسجد")

يستحب لمن دخل المسجد النبوى أن يقول الذكر الوارد فى ذلک عند دخول المساجد، فيقدم رجله اليمنى ويقول :بسم الله اللهم صل على محمد، رب اغفر لى ذنوبى وافتح لى أبواب رحمتک.

وعند الخروج يقدم رجله اليسرى ويقول ذلک، ولكن بلفظ :(وافتح لى أبواب فضلک) ، ويصلى عند الدخول ركعتين تحية المسجد والمسجد النبوى وغيره من المساجد فى ذلک سواء إلا المسجد الحرام فإن تحيته الطواف.

ثم يقصد الحجرة الشريفة التى فيها قبر النبى صلى الله عليه وسلم فيستقبل القبر ويستدبر القبلة، ويدعو بالدعاء الوارد فى ذلک(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷ص ۲۵۰ ، مادة " مسجد")

وفى الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضى عياض :قال مالک فى رواية ابن وهب :إذا سلم على النبى صلى الله عليه وسلم ودعا يقف ووجهه إلى القبر الشريف لا إلى القبلة ويدنو ويسلم ولا يمس القبر بيده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۳ص ۳۱۲، مادة " وضع اليد")

طرف منسوب روایت کی تردید کی اور قبر کی طرف رخ کرنے کو ترجیح دی ہے۔ [۱]

علامہ ابنِ ہمام کی تائید بعض آثار سے ہوتی ہے۔ [۲]

---

[۱] ثم یأتی القبر الشریف فیستقبل جداره ویستدبر القبلة علی نحو أربعة أذرع من الساریة التی عند رأس القبر فی زاویة جداره.

وما عن أبی اللیث أنه یقف مستقبل القبلة مردود بما روی أبو حنیفة -رضی الله عنه -فی مسنده عن ابن عمر -رضی الله عنهما -قال :من السنة أن تأتی قبر النبی -صلی الله علیه وسلم -من قبل القبلة وتجعل ظهرک إلی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول :السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، إلا أن یحمل علی نوع ما من استقبال القبلة، وذلک أنه -علیه الصلاة والسلام -فی القبر الشریف المکرم علی شقه الأیمن مستقبل القبلة .وقالوا فی زیارة القبور مطلقا : الأولی أن یأتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل رأسه فإنه أتعب لبصر المیت، بخلاف الأول لأنه یکون مقابلا بصره لأن بصره ناظر إلی جهة قدمیه إذا کان علی جنبه فعلی هذا تکون القبلة عن یسار الواقف من جهة قدمیه -علیه الصلاة والسلام -بخلاف ما إذا کان من جهة وجهه الکریم، فإذا أکثر الاستقبال إلیه -علیه الصلاة والسلام -لا کل الاستقبال بکون استدباره القبلة أکثر من أخذه إلی جهتها فیصدق الاستدبار ونوع من الاستقبال.

وینبغی أن یکون وقوف الزائر علی ما ذکرنا، بخلاف تمام استدبار القبلة واستقباله -صلی الله علیه وسلم -فإنه یکون البصر ناظرا إلی جنب الواقف، وعلی ما ذکرنا یکون الواقف مستقبلا وجهه -علیه الصلاة والسلام -وبصره فیکون أولی(فتح القدیر، ج۳ص ۱۸۰، ۱۸۱، کتاب الحج، مسائل منثورة)

ثم یتوجه إلی قبره الشریف صلی الله علیه وسلم فیقف بعیداً عنه بمقدار أربعة أذرع، بغایة الأدب، مستدبر القبلة، محاذیاً لرأس النبی صلی الله علیه وسلم، ملاحظاً فی قلبه منزلة من هو بحضرته وسماعه لکلامه، فعن أبی هریرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال :(ما من أحد یُسلم علیّ إلا ردَّ الله علیَّ روحی حتی أردَّ علیه السلام (فقه العبادات علی المذهب الحنفی، ج ۱، ص ۲۰۸، کتاب الحج، الباب التاسع، فصل فی زیارة النبی صلی الله علیه وسلم)

فیتوجه إلی القبر الشریف فیقف عند رأسه مستقبل القبلة ویدنو منه قدر ثلاثة أذرع، أو أربعة ولا یدنو منه أکثر من ذلک ولا یضع یده علی جدار التربة الشریفة فهو أهیب وأعظم للحرمة ویقف (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۳۱۳، کتاب الحج، مسائل منثورة فی کتاب الحج)

[۲] حدثنا عبد الله بن منیب بن عبد الله بن أبی أمامة، عن أبیه، قال " :رأیت أنس بن مالک أتی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فوقف فرفع یدیه حتی ظننت أنه افتتح الصلاة فسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم انصرف "(شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۳۸۶۷، کتاب المناسک، باب فضل الحج والعمرة)

عن نافع، عن ابن عمر رضی الله عنهما، قال " :من السنة أن تأتی قبر النبی صلی الله علیه وسلم من قبل القبلة، وتجعل ظهرک إلی القبلة، وتستقبل القبر لوجهک، ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنفیہ کی کتب میں صلاۃ وسلام سے فارغ ہوکر عام دعاء کرنے کے لئے قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا ذکر نہیں ملتا، بلکہ بعض حنفیہ نے صلاۃ وسلام کے ساتھ ساتھ دعاء کے وقت بھی روضۂ اطہر کی طرف رُخ کرنے کا ذکر کیا ہے، کیونکہ پیچھے کئی احادیث میں میت کے لئے دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے بھی دعاء کا ذکر ملتا ہے، اور میت پر سلام کے بعد دعاء کے لئے رُخ بدلنے کا ذکر نہیں ملتا، جیسا کہ شروع میں ذکر گزرا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تقول: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته (مسند ابى حنيفة رواية الحصكفى، رقم الحديث ۳۷، كتاب الحج)

أخبرنا مالك، أخبرنا عبد الله بن دينار، أن ابن عمر كان إذا أراد سفرا، أو قدم من سفر جاء قبر النبى صلى الله عليه وسلم، فصلى عليه، ودعا ثم انصرف.

قال محمد: هكذا ينبغى أن يفعله إذا قدم المدينة يأتى قبر النبى صلى الله عليه وسلم(موطأ امام محمد، رقم الحديث ۹۴۸، باب: قبر النبى صلى الله عليه وسلم، وما يستحب من ذلك)

عن نافع، عن ابن عمر، أنه كان إذا أراد أن يخرج دخل المسجد فصلى، ثم أتى قبر النبى صلى الله عليه وسلم، فقال: السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا أبا بكر السلام عليك يا أبتاه، ثم يكون وجهه وكان إذا قدم من سفر أتى المسجد ففعل ذلك قبل أن يدخل منزله(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۱۹۱۵، كتاب الجنائز، باب من كان يأتى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فيسلم)

عن عبد العزيز بن أبى رواد، قال: سمعت نافعا، يقول: كان عبد الله "إذا قدم المدينة أتى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فاستقبل وجهه وصلى عليه ودعا له، ثم أقبل على أبى بكر فاستقبل وجهه فصلى عليه ودعا له، ثم أقبل على عمر فاستقبل وجهه وصلى عليه ودعا له، ويقول: يا أبتاه يا أبتاه يا أبتاه رواه حماد بن زيد، عن أيوب، مثله(حلية الاولياء لابى نعيم، ج ۱ ص ۳۰۸، تحت ترجمة عبدالله بن عمر بن الخطاب، مواظبته على قيام الليل)

[1] ثم انهض متوجها إلى القبر الشريف فتقف بمقدار أربعة أذرع بعيدا عن المقصورة الشريفة بغاية الأدب مستدبرا القبلة محاذيا لرأس النبى صلى الله عليه وسلم، ووجهه الأكرم ملاحظا نظره السعيد إليك وسماعه كلامك ورده عليك سلامك وتأمينه على دعائك (مراقى الفلاح، ج ۱، ص ۲۸۳، كتاب الحج، فصل فى زيارة النبى صلى الله عليه وسلم على سبيل الاختصار تبعا لما قال فى الاختيار)

قوله": ثم تنهض "أى تقوم بالأدب والمراد أنه لا يتراخى وإن كان بالتأنى والتمهل قوله": مستدبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم حنفیہ کے نزدیک روضۂ اطہر پر صلاۃ وسلام اور عام دعاء کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے میں بھی کوئی گناہ کی بات نہیں۔

چنانچہ ''المہند علی المفند'' میں چھٹے سوال کے جواب میں ہے کہ:

''اس سے ظاہر ہوگیا کہ جائز دونوں صورتیں ہیں، مگر اولیٰ یہی ہے کہ زیارت کے وقت چہرہ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہئے، اور یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے، اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے، اور یہی حکم دعاء مانگنے کا ہے'' (عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین، ص۲۲۳و۲۲۴، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کی کتبِ فقہ میں روضۂ اطہر پر صلاۃ وسلام کے وقت قبر مبارک کی طرف رُخ کرنے اور بعد میں اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم مذکور ہے۔

یہ تقسیم بھی غیر معقول نہیں اور حنفیہ کی دونوں قسم کی روایتوں کو اس تقسیم کے مطابق منطبق کرنا بھی ممکن ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القبلة "أي كما هو السنة في زيارة الأموات (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ج ۱، ص۷۴۷، كتاب الحج، فصل زيارة النبي صلى الله عليه وسلم)

ثم يأتي القبر الكريم فيستدير القبلة، ويستقبل جدار القبر الشريف، مقترباً منه، مستحضراً في قلبه منزلة من هو بحضرته، ثم يسلم ملتزماً الأدب الظاهري والباطني، ثم يصلّي على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم (فقه العبادات على المذهب المالكي، ج ۱، ص۳۷۳، كتاب الحج، الباب الرابع: مندوبات الحج)

[1] (مسألة): وأما الدعاء عند القبر فقد قال مالك في المبسوط لا أرى أن يقف الرجل عند قبر النبي -صلى الله عليه وسلم - يدعو ولكن يسلم ثم يمضي وروى عنه ابن وهب في غير المبسوط أنه يدعو مستقبل القبر ولا يدعو وهو مستقبل القبلة وظهره إلى القبر (المنتقى شرح الموطإ، للقرطبي الباجي الأندلسي، ج ۱، ص ۲۹٦، ما جاء في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم)

ثم أتى القبر الشريف فقال السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا أبا بكر السلام عليك يا أبتاه ثم يرجع إلى موقفه الأول قبالة وجهه صلى الله عليه وسلم ويتوسل به في حق نفسه وليستشفع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سلسلہ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعاء کرنے سے مختلف ہے۔

کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر صلاۃ وسلام پڑھنا درحقیقت ان حضرات کے لئے ایک معزز ومکرم دعاء ہے، روضۂ اطہر پر حاضر ہونے والے کے لئے بھی اس کو مقرر کیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بـه إلـى ربـه ثم يستقبل القبلة ويدعو لنفسه ولمن شاء من المسلمين (حواشي الشرواني على تحفة المحتاج بشرح المنهاج ، ج۴، ص۱۴۵ ، فصل فى أركان النسكين وبيان وجوه أدائهما وما يتعلق به)

ثم يأتى القبر الشريف فيقف قبالة وجهه صلى الله عليه وسلم مستدبر القبلة ويستقبل جدار الحجرة والـمسـمـار الفضة فى الرخامة الحمراء فيسلم عليه فيقول :السـلام عليک يا رسول الله كان ابن عـمـر رضـى الله عنه لا يزيد على ذلک وإن زاد فحسن ولا يرفع صوته ثم يستقبل القبلة والحجرة عن يساره قريبا لئلا يستدبر قبره صلى الله عليه وسلم ويدعو (الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج ۱ ، ص ۳۹۶، كتاب الحج و شروطه، فصل إذا فرغ من الحج)

[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر سلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر منقول ہے، جیسا کہ پیچھے حواشی میں یہ روایت گزری، اور یہ بات واضح ہے کہ ہاتھ دعاء کے لئے اٹھائے جاتے ہیں۔

ومـعـنـى الصلاة عليه الدعاء له إلا أنه يخص بلفظ الصلاة دون الدعاء لقول الله عز وجل (لا تجعلوا دعـاء الـرسـول بيـنـكم كدعاء بعضكم بعضا) فتـقـول الـلهـم صل على محمد ولا تقل اللهم ارحم مـحـمـدا أو اغـفـر لـمحمد وارض عن محمد ولا اللهم صل على فلان وتقول اللهم ارحم فلانا ولا تصل على غيره إلا معه(الذخيرة،للقرافى ،ج۱۳ ،ص ۲۹۴، كتاب الجامع، الجنس الاول العقيدة)

والصلاة فى اللغة :الدعاء ، قال الله تعالى " :وصل عليهم "أى ادع لهم، وفى الشريعة اسم لأفعال مـخـصـوصة من قيام وركوع وسجود وقعود ودعاء وثناء .وقيـل فى قوله تعالى "إن الـلـه وملائكته يـصلون على النبى "الآية إن الـصـلاـة مـن الله فى هذه الآية الرحمة ومن الملائكة الاستغفار، ومن المؤمنين :الدعاء (تفسير البغوى ،ج ۱ ص ۸۵،تحت آية ۲من سورة البقرة)

قـولـه عـز وجـل هـو الذى يصلى عليكم وملائكته فإن الصلاة من الله هى الرحمة ومن العباد الدعاء (أحكام القرآن للجصاص، ج۵ ص ۲۳۱، تحت آية ۴۳ من سورة الاحزاب)

الـصـلـاـة مـن الـلـه هـى الـرحـمـة ومـن العباد الدعاء وقد تقدم ذكره (أحـكـام الـقـرآن للجصاص، ج۵ص ۲۴۳، تحت آية ۵۶ من سورة الاحزاب)

واولـى الأقـوال مـا تـقـدم عـن أبـى الـعـالـية ان مـعنى صلاة الله على نبيه ثناؤه عليه وتعظيمه وصلاة الملائكة وغيرهم عليه طلب ذلک له من الله تعالى والمراد طلب الزيادة لا طلب أصل الصلاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور دوسرے فوت شدہ مومنوں کی قبر پر صلاۃ وسلام کے بجائے ان کے لئے مغفرت اور سلامتی کی دعاء مقرر کی گئی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقيل صلاة الله على خلقه تكون خاصة وتكون عامة فصلاته على انبيائه هي ما تقدم من الثناء والتعظيم وصلاته على غيرهم الرحمة فهي التي وسعت كل شيء ونقل عياض عن بكر القشيري قال الصلاة على النبي صلى الله عليه و سلم من الله تشريف وزيادة تكرمة وعلى من دون النبي رحمة وبهذا التقرير يظهر الفرق بين النبي صلى الله عليه و سلم وبين سائر المؤمنين حيث قال الله تعالى ان الله وملائكته يصلون على النبي وقال قبل ذلك في السورة المذكورة هو الذي يصلي عليكم وملائكته ومن المعلوم ان القدر الذي يليق بالنبي صلى الله عليه و سلم من ذلك ارفع مما يليق بغيره والإجماع منعقد على ان في هذه الآية من تعظيم النبي صلى الله عليه و سلم والتنويه به ما ليس في غيرها وقال الحليمي في الشعب معنى الصلاة على النبي صلى الله عليه و سلم تعظيمه فمعنى قولنا اللهم صل على محمد عظم محمدا والمراد تعظيمه في الدنيا بإعلاء ذكره وإظهار دينه وابقاء شريعته وفي الآخرة باجزال مثوبته وتشفيعه في أمته وابداء فضيلته بالمقام المحمود وعلى هذا فالمراد بقوله تعالى صلوا عليه ادعوا ربكم بالصلاة عليه انتهى ولا يعكر عليه عطف آله وأزواجه وذريته عليه فإنه لا يمتنع ان يدعى لهم بالتعظيم إذ تعظيم كل أحد بحسب ما يليق به وما تقدم عن أبي العالية أظهر فإنه يحصل به استعمال لفظ الصلاة بالنسبة إلى الله والى ملائكته والى المؤمنين المأمورين بذلك بمعنى واحد ويؤيده انه لا خلاف في جواز الترحم على غير الأنبياء واختلف في جواز الصلاة على غير الأنبياء ولو كان معنى قولنا اللهم صل على محمد اللهم ارحم محمدا أو ترحم على محمد لجاز لغير الأنبياء وكذا لو كانت بمعنى البركة وكذا الرحمة لسقط الوجوب في التشهد عند من يوجبه بقول المصلي في التشهد السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ويمكن الانفصال بان ذلك وقع بطريق التعبد فلا بد من الإتيان به ولو سبق الإتيان بما يدل عليه قوله على محمد وعلى ال محمد كذا وقع في الموضعين في قوله صل وفي قوله وبارك ولكن وقع في الثاني وبارك على آل إبراهيم ووقع عند البيهقي من وجه اخر عن ادم شيخ البخاري فيه على إبراهيم ولم يقل على ال إبراهيم وأخذ البيضاوي من هذا ان ذكر الآل في رواية الأصل مقحم كقوله على آل أبي أوفى قلت والحق ان ذكر محمد وإبراهيم وذكر ال محمد وآل إبراهيم ثابت في أصل الخبر وإنما حفظ بعض الرواة ما لم يحفظ الاخر وسأبين من ساقه تاما بعد قليل (فتح الباري، ج ۱۱ ص ۱۵۶، كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه و سلم)

وفي معنى السلام عليك ثلاثة أوجه .

أحدها: السلامة من النقائص والآفات لك ومعك أي مصاحبة وملازمة فيكون السلام مصدرا بمعنى السلامة كاللذاذ واللذاذة والملام والملامة ولما في السلام من الثناء عدي بعلى لا لإعتبار معنى القضاء أي قضى الله تعالى عليك السلام كما قيل لأن القضاء كالدعاء لا يتعدى بعلى للنفع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور قبر پر اپنے یا صاحبِ قبر کے علاوہ دوسرے مومنوں کے لئے دعاء کرنے کا عمل اس سے مختلف ہے۔

اسی وجہ سے بہت سے فقہائے کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص دعاء ہے) اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اپنے لئے دعاء کرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے علاوہ دوسری قبروں پر بھی (خواہ وہ صُلحاء واولیاء کی ہوں) بدرجہ اولیٰ قبلہ کی طرف رُخ کر کے، دعاء کرنا ہی مستحب ہو، تاکہ اہلِ قبر سے دعاء کرنے اور ان سے استمداد کا شبہ پیدا نہ ہو، اور جو ایسا کرتے ہیں، ان کے طرزِ عمل کی ظاہری مشابہت سے حفاظت ہو، جہاں تک صاحبِ قبر کے لئے دعاء کے وقت اپنے چہرہ کے رُخ کا تعلق ہے، تو اس میں دونوں قول ہیں، کما مر۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا لتضمنه معنى الولاية والإستيلاء لبعده في هذا الوجه.

ثانيها: السلام مداوم على حفظك ورعايتك ومتول له وكفيل به ويكون السلام هنا أسم الله تعالى ومعناه على ما اختاره إبن فورك وغيره من عدة أقوال ذو السلامة من كل آفة ونقيصة ذاتا وصفة وفعلا وقيل :إذا أريد بالسلام ما هو من أسمائه تعالى فالمراد لا خلوت من الخير والبركة وسلمت من كل مكروه لأن اسم الله تعالى إذا ذكر على شيء أفاده ذلك وقيل :الكلام على هذا التقدير على حذف المضاف أي حفظ الله تعالى عليك والمراد الدعاء بالحفظ .

وثالثها :الإنقياد عليك على أن السلام من المسالمةوعدم المخالفة والمراد الدعاء بأن يصير الله تعالى العباد منقادين مذعنين له عليه الصلاة و السلام ولشريعته وتعديته بعلى قيل :لما فيه من الإقبال فإن من إنقاد لشخص وأذعن له فقد أقبل عليه.

والأرجح عندي هو الوجه الأول وقيل :معنى سلموا تسليما إنقادوا لأوامره إنقيادا وهو غير بعيد إلا أن ظواهر الأخبار والآثار تقتضي المعنى السابق وكأنه لذلك ذهب إليه الأكثرون والجملة صيغة خبر معناها الدعاء بالسلامة وطلبها منه تعالى لنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم(روح المعاني للألوسي، ج ١١ ص ٢٥٥، تحت آية ٥٦ من سورة الاحزاب)

والسلام :مصدر بمعنى السلام .أى :السلامة من النقائص والآفات ملازمة لك . والتعبير بالجملة الاسمية فى صدر الآية ، للإشعار بوجوب المداومة والاستمرار على ذلك(التفسير الوسيط،لمحمد سيد طنطاوى، ج ١١ ص ٢٤٢،٢٤٣، تحت آية ٥٦ من سورة الاحزاب)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء سے متعلق بعض اردو فتاویٰ

چونکہ بعض لوگ واقعی خود صاحبِ قبر سے دعاء کرتے ہیں، اس لئے اس کے شبہ و مشابہت سے بچنے کے لئے (بالخصوص جبکہ کسی بزرگ یا ولی کی قبر ہو) بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء کرنا یا دعاء کے وقت قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کے بجائے قبلہ کی طرف رُخ کر لینا زیادہ مناسب ہے۔

اب اس سلسلہ میں چند اردو فتاویٰ سے عبارات نقل کی جاتی ہیں۔

امدادُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

سوال: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا درست ہے یا نہ؟

الجواب: في ردالمحتار: آداب زيارة القبور، ثم يدعوا قائما طويلا۔

اس سے دعاء کا جائز ہونا ثابت ہوا، اور ہاتھ اٹھانا مطلقاً آدابِ دعاء سے ہے، پس یہ بھی درست ہوا (امداد الفتاویٰ، ج ا ص ۵۰۰، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)

اس فتوے میں قبر یا قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی کوئی قید نہیں، بلکہ مطلق اور عام ہے۔

اور احسنُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

سوال: میت کو ثواب پہنچانے کے لئے قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے، کما ورد في حديث مسلم، البتہ بزرگوں کے مزار پر ہاتھ نہ اٹھائے، تا کہ اہلِ قبر سے مانگنے کا ایہام نہ ہو (احسن الفتاویٰ، ج ۴ ص ۲۲۵، باب الجنائز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع ششم ۱۴۱۴ھ)

معلوم ہوا کہ قبور پر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز ہے، البتہ بزرگوں کے مزار پر اہلِ قبر سے

مانگنے کے شبہ یا مشابہت سے بچنے کے لئے بعض علماء کی رائے ہاتھ نہ اٹھانے کی ہے۔

اور کفایت المفتی میں ہے کہ:

مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا مباح ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ یا تو مزار کی طرف منہ کر کے بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھے، یا قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھ لے (کفایت المفتی، جلد چہارم، صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵، کتاب الجنائز، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، طباعت: جولائی 2001ء)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اہلِ علم دعاء میں ہاتھ اٹھانے کو مباح قرار دینے کے ساتھ ہاتھ نہ اٹھانے یا قبلہ کی طرف رُخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعاء کو بہتر (نہ کہ ضروری) قرار دیتے ہیں۔

اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

قبرستان میں کھڑے ہو کر اہلِ قبور کے لئے دعاء کرنا شرعاً ثابت ہے، اور پھر دعاء میں ہاتھ اٹھانا تو آدابِ دعاء میں سے ہے، لہٰذا قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا جائز ہے، بدعت کہنا درست نہیں (فتاویٰ حقانیہ، ج ۳ ص ۴۶۱، کتاب الجنائز، مسائل شتّیٰ، مطبوعہ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، طبع باراول ۱۴۲۲ھ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا بدعت نہیں ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر اصحابِ قبور کی مغفرت وغیرہ کی دعاء واستغفار کرنا فی نفسہٖ جائز ہے، اور عام حالات میں بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دعاء کے وقت اپنے چہرہ کا رُخ قبلہ کی طرف کر لیا جائے، خواہ اس طرف اتفاق سے کوئی قبر واقع ہو، یا جس کے لئے دعاء کی جا رہی ہے، اسی کی قبر واقع ہو، یا نہ ہو۔

اور کئی فقہائے کرام کے نزدیک قبلہ کے بجائے اپنے چہرہ کا رُخ قبر کی طرف کر کے دعاء کرنا بھی نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔

اور بعض حضرات اصحابِ قبور سے مانگنے کے شبہ یا ایسا کرنے والوں کی مشابہت سے بچنے

کے لئے بالکل ہاتھ نہ اٹھانے کو بہتر وافضل قرار دیتے ہیں۔ [1]

اس تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان حضرات کے درمیان یہ اختلاف فی نفسہٖ جواز وعدمِ جواز کا نہیں، بلکہ افضل اور غیر افضل اور سنتِ مستحبہ وغیر مستحبہ کا ہے، پس اگر کوئی شخص ان میں سے ایک قول پر عمل کرے، اور دوسرا شخص دوسرے قول پر عمل کرے، تو ان کے لئے گنجائش پائی جاتی ہے، اور کسی کو دوسرے پر نکیر کرنے کا حق نہیں ہے، جب تک کہ کوئی دوسری خرابی اور منکر شامل نہ ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ

ملحوظ رہے کہ موجودہ دور کے بعض حضرات فی نفسہٖ قبلہ کی طرف رُخ کیے بغیر قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا شدت کے ساتھ انکار کرتے ہیں، خواہ وہ دعاء میت کے لئے استغفار کی شکل میں کیوں نہ ہو، اور عقیدہ بھی درست ہو، اور کوئی خرابی بھی لازم نہ آتی ہو، اور وہ اس سلسلہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور دعاء نماز بلکہ عبادت کا مغز ہے، لہٰذا قبر کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنا بھی بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

---

[1] اوراس قسم کے امور میں جب فاعل کی طرف سے مشابہت کا قصد نہ ہو، تو اس میں گناہ نہیں ہوتا، البتہ اجتناب افضل ہوتا ہے، فقہائے کرام نے ایسے افعال میں تشبہ کے متعلق ''لابأس بہ'' فرمایا ہے کہ جن میں تشبہ کا قصد نہ ہو، اور یہاں دعاء میں ہاتھ اٹھاتے وقت قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے میں ابتداءً تشبہ ہے ہی نہیں۔

والتشبه فی غير المذموم وفيما لم يقصد به التشبه لا بأس به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢، ص٧، مادة ''تشبه'')

التشبه بهم لا يكره فی كل شیء، بل فی المذموم وفيما يقصد به التشبه، كما فی البحر (الدر المختار مع رد المحتار، ج ١، ص ٦٢٤، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

وإنما الحرام التشبه بهم فيما كان مذموما وما يقصد به التشبه قاله قاضيخان فی شرح الجامع الصغير فعلى هذا لو لم يقصد التشبه لم يكره عندهما كما فی البحر (حاشية الطحطاوی، علی مراقی الفلاح، ج ١، ص ٣٣٦، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة)

الحرام هو التشبه فيما كان مذموما وفيما يقصد به التشبيه كذا ذكره قاضي خان فی شرح الجامع الصغير فعلى هذا لو لم يقصد التشبه لا يكره عندهما (البحر الرائق، ج٢، ص ١١، كتاب الصلاة)

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نماز کا درجہ اس دعاء سے مختلف ہے، کیونکہ نماز میں رکوع اور سجدہ کرنا پایا جاتا ہے، اور اس کی دیگر ہیئات بھی تعبّدی ہیں، جبکہ دعاء اگرچہ عبادت ہے، لیکن ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے وقت کسی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنا اس درجہ کی تعبّدی چیز نہیں، کیونکہ دعاء ذکر کی ایک قسم ہے، اور قرآن مجید میں کھڑے، بیٹھے اور مختلف پہلوؤں کی حالت میں ذکر کرنے کا حکم آیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مقامات ومواقع پر مسنون دعائیں ثابت ہیں، جن پر امت کو عمل کرنا بھی باعثِ برکت ہے، اور ان تمام مقامات ومواقع پر نہ تو قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ ہوا کرتا، اور نہ قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی ضرورت سمجھی جاتی، جبکہ نماز پڑھنے میں اس طرح کی گنجائش اور توسع نہیں پایا جاتا۔

اسی طرح مجامع اور حلقوں میں ہاتھ اٹھا کر کی جانے والی دعاؤں اور دیگر مختلف مواقع کی دعاؤں میں حسبِ سہولت بلاتکلف جس طرح سے کوئی کھڑا یا بیٹھا ہو، رُخ کر کے دعاء کرنے کا بلانکیر معمول علماء وصلحاء اور عوام میں جاری ہے، یہاں تک کہ کوئی سائل و بھکاری بھی دوسرے سے سوال کرنے اور بھیک مانگنے آئے، اور وہ دوسرے کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے ہاتھ اٹھائے، اس کے متعلق بھی یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ اس دوسرے شخص سے دعاء کر رہا ہے، بلکہ اس کے برعکس یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے اللہ سے دعاء کر رہا ہے، جبکہ نماز پڑھنے میں اس طرح قبلہ کے بجائے کسی اور طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کا نہ تو معمول ہے، اور نہ اس کو گوارا کیا جاسکتا ہے۔ [1]

---

[1] وفیہ دلالة علی أن المستحب فی حال السلام علی المیت أن یکون وجهه لوجه المیت، وأن یستمر کذلک فی الدعاء أیضا، وعلیه عمل عامة المسلمین خلافا لما قاله ابن حجر :من أن السنة عندنا أنه حالة الدعاء یستقبل القبلة، کما علم من أحادیث أخر فی مطلق الدعاء ، اهـ وفیه أن کثیرا من مواضع الدعاء وقع استقباله -صلی الله علیه وسلم -لغیر القبلة منها ما نحن فیه، ومنها حالة الطواف والسعی، ودخول المسجد، وخروجه، وحال الأکل والشرب، وعیادة المریض، وأمثال ذلک، فیتعین أن یقتصر الاستقبال وعدمه علی المورد إن وجد وإلا فخیر المجالس ما استقبل القبلة کما ورد به الخبر(مرقاة المفاتیح، ج۴ص۲۵۷، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور)

اس کے علاوہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کے بارے میں اصولی بات یہ ہے کہ اس کا قبلہ آسمان ہوتا ہے، کیونکہ احادیث میں اللہ سے اپنے ہاتھوں کے اندرونی حصے سے دعاء مانگنے کا حکم ہے، جن کا رُخ آسمان کی طرف ہوتا ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے وقت چہرہ کے رُخ والی جہت اصل قبلہ شمار نہیں ہوتی، بلکہ آسمان کی جہت اصل قبلہ شمار ہوتی ہے۔

محدثین اور فقہائے کرام نے بھی دعاء کا قبلہ آسمان کو اور نماز کا قبلہ کعبہ کو قرار دیا ہے، جس سے دونوں میں فرق بالکل واضح ہے۔ [2]

---

[1] عن سلمان، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن ربكم تبارك وتعالى حيي كريم، يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه، أن يردهما صفرا(سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۴۸۸)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن فى المتابعات(حاشية سنن ابی داؤد)

عن مالك بن يسار السكوني ثم العوفي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم، ولا تسألوه بظهورها(سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۴۸۶)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية ابی داؤد)

عن أنس بن مالك، "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان إذا دعا جعل ظاهر كفيه مما يلي وجهه، وباطنهما، مما يلي الأرض " (مسند احمد،رقم الحديث ۱۲۲۳۹)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم، ولا تسألوه بظهورها، وامسحوا بها وجوهكم(مستدرك حاكم، رقم الحديث ۱۹۶۸)

[2] السماء قبلة الدعاء كما أن الكعبة قبلة الصلاة(فتح البارى شرح صحيح البخارى لابنِ حجر، ج۲ص۲۳۳،قوله باب رفع البصر إلى السماء فى الصلاة)

(وعن عمر -رضي الله عنه -قال :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إذا رفع يديه فى الدعاء) قيل :حكمة الرفع إلى السماء أنها قبلة الدعاء ، ومهبط الرزق، والوحي، والرحمة، والبركة(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴ص۱۵۳۳، كتاب الدعوات)

السماء قبلة الدعاء للداعين والكعبة قبلة المصلين(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۷۷۳۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک غیرُ اللہ سے مانگنے کے شبہ یا مشابہت کا تعلق ہے، تو اس بارے میں پہلے ہی ذکر کیا جاچکا ہے، اور عام مومنوں کی قبور پر اور بطورِ خاص تدفین کے بعد عموماً اس طرح کا شبہ نہیں پایا جاتا، برخلاف صلحاء واولیاء کی قبور کے کہ ان میں اس شبہ یا مشابہت کا اندیشہ ہے، لیکن بایں ہمہ جب تک کوئی اور منکر شامل نہ ہو، اور داعی کا عقیدہ صحیح ہو، تو اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، ورنہ تو اس کا خطرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر دوسری قبور کے مقابلہ میں زیادہ ہے، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو بطورِ خاص عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، مگر اس کے باوجود بعض فقہاء بالخصوص بہت سے مشائخِ حنفیہ روضۂ اطہر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے صلاۃ وسلام کے ساتھ ساتھ دعاء کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

جبکہ بعض حضرات قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنے کو افضل یا سنتِ مستحبہ قرار دیتے ہیں، لیکن روضۂ اطہر کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کو فی نفسہ ناجائز یہ بھی قرار نہیں دیتے، جب تک کوئی منکر شامل نہ ہو۔[1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ليس في الدعاء استقبال، وإنما السماء قبلة الدعاء، والكعبة قبلة الصلاة (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، لابن الملقن، ج٨ص ٢٤١، كتاب الاستسقاء، باب تحويل الرداء في الاستسقاء)

السماء قبلة الدعاء؛ كما أن الكعبة قبلة الصلاة .وقد رفع رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ وجهه ويديه إلى السماء عند الدعاء (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن رفع الرأس قبل الإمام، وعن رفع البصر إلى السماء في الصلاة، والأمر بالسكون فيها)

[1] جیسا کہ "المہند علی المفند" کے حوالہ سے گزر چکا ہے، جس پر متعدد مشائخِ دیوبند حنفیہ کے تصدیقی دستخط ہیں۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ مومن کو دفن کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ اور اس کے علاوہ عام حالات میں قبر پر حاضر ہونے والے کو صاحبِ قبر یا قبرستان والوں کے ساتھ ساتھ اپنے لئے مغفرت، سلامتی، رحمت وغیرہ کی دعاء کرنے کا متعدد احادیث میں ذکر آیا ہے، اور بعض صحیح ومعتبر احادیث میں اس موقع پر دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر آیا ہے، بغیر اس قید کے کہ دعاء کے وقت اپنے چہرہ کا رُخ قبر ومیت کی طرف ہو، یا قبلہ کی طرف، البتہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر کی طرف اور دوسری حدیث میں قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنا مروی ہے۔

اور یہ دعاء فی نفسہٖ اپنے چہرہ کا رُخ قبر کی طرف کر کے کرنا جائز ہے، بدعت یا ممنوع نہیں، البتہ افضل ومستحب طریقہ کون سا ہے؟ اس میں فقہائے کرام کے دونوں قول ہیں، قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا بھی اور میت وقبر کی طرف رُخ کرنے کا بھی۔

لہٰذا عمل کے اعتبار سے گنجائش دونوں کی طرف پائی جاتی ہے، اور فی نفسہٖ دونوں میں سے کوئی ایک طریقہ بھی باعثِ نکیر اور قابلِ ملامت نہیں، اہلِ علم حضرات اپنے ذوقِ اجتہاد کے پیشِ نظر کسی ایک طریقہ کو دوسرے پر استحبابی درجہ کی ترجیح دے سکتے ہیں۔

بلکہ بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ دعاء میں ہاتھ اٹھانا فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں ہے، کوئی اس کے مطابق عمل کرے، یا کسی خرابی سے بچنے کے لئے اس کو اختیار کرے، یا دوسرے طریقہ پر استحبابی درجہ کی ترجیح دے، تو بھی

حرج نہیں۔

اور صُلحاء واولیاء کی قبور پر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت مناسب یہی ہے کہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے ہاتھ اٹھائے جائیں، بطورِ خاص جب صاحبِ قبر کے بجائے اپنی حاجات کی اللہ سے دعاء کرنی ہو، تو اس وقت قبر کے بجائے قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کا بطورخاص اہتمام کرنا ہی زیادہ مناسب ہے، اور کوئی اس طرح کے موقع پر دعاء میں ہاتھ بالکل نہ اٹھائے، تو متعدد علماء کے نزدیک یہ بھی انسب طریقہ ہے۔

اور اگر کوئی محقق عالمِ دین کسی منکر وخرابی کے شامل ہونے کی وجہ سے ہاتھ اٹھانے یا قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے ہاتھ اٹھانے سے منع کرے، تو یہ اس کا منع کرنا اس منکر وخرابی کے پائے جانے کی وجہ سے ہوگا، اور کوئی عام حکم نہ ہوگا، اور یہ مطلب نہ ہوگا کہ فی نفسہ اس موقع پر ہاتھ اٹھانا یا کسی طرف رُخ کرنا ہی بذاتِ خود گناہ یا منع ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

۱۶/صفرالمظفر/۱۴۳۶ھ 09/دسمبر/2014ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

اہلِ علم حضرات کی آراء

مولانا مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ

(مفتی: ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کا علمی وتحقیقی مجلّہ ’’قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم‘‘ نظر نواز ہوا، از اول تا آخر استفادہ کی غرض سے مطالعہ کیا، ماشاء اللہ تعالیٰ اپنے موضوع پر ایک مکمل رسالہ ہے۔

قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ فقہی دلائل سے بھی مبرہن ہے، بندہ کو خود اس مسئلے میں خلجان تھا، اور جواز یا عدمِ جواز کا کوئی پہلو متعین اور یقینی درجے میں واضح نہ تھا، اس رسالہ کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالیٰ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کے حکمِ شرعی پر شرح صدر حاصل ہوا، فالحمد للہ علی ذلک۔

نیز اس رسالہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ قبر پر جا کر تلاوت واستغفار، دعائے مغفرت ودعاء برائے ایصالِ ثواب کے اپنے مخصوص فوائد وبرکات ہیں، اور مرحوم اعزہ واقرباء کی انسیت کا سبب نیز ان سے تعلق کی نشانی ہے۔

غرضیکہ رسالہ کے مطالعہ سے بندہ کی متعدد غلط فہمیاں دور ہوئیں، اللہ تعالیٰ مصنفِ جلیل کو جزائے خیر عطا فرمائیں، اوران کی علمی وتحقیقی کاوِشوں کو شرفِ قبول عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط

محمد یونس ۲۰/صفر المظفر/۱۴۳۶ھ 13/دسمبر/2014ء یوم السبت

دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

ادارہ غفران کے ماہنامہ ''التبلیغ'' کے علمی و تحقیقی سلسلے

(سلسلہ نمبر 1)..........تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ (یعنی تحریری اور زبردستی طلاق کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 2)..........صلاۃُ المریض علی الکرسی (یعنی کُرسی پر اور مریض کی نماز کے اَحکام)

(سلسلہ نمبر 3,4)..........رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَۃِ التَّمْلِیْکِ (یعنی حیلہ تملیک سے متعلق تحقیق)

(سلسلہ نمبر 5)..........النظر والفکر فی مبدءِ السفر والقصر (یعنی سفر اور قصر کی ابتداء وانتہاء کیا ہوگی؟)

(سلسلہ نمبر 6)..........بِدَایَۃُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَۃِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ (شہر کی حدود اور مقیم ہونے کی حالت میں سفر اور قصر شروع ہوجانے کا حکم)

(ضمیمہ: سلسلہ نمبر 5،6)..........منع مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر

(سلسلہ نمبر 7)..........اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

(سلسلہ نمبر 8)..........تحقیق کیفیت مسحِ رقبۃ (گردن کے مسح کی کیفیت اور طریقے کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 9)..........مصنوعی تولید اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا شرعی حکم

(سلسلہ نمبر 10)..........پاکستان کی موجودہ رویتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(سلسلہ نمبر 11)..........المشاکلُ الحاضرۃ فی حُرمۃ المصاھرۃ

(سلسلہ نمبر 12)..........غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم

(سلسلہ نمبر 13)..........ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق

(سلسلہ نمبر 14)..........مالِ تجارت اور کرنسی کی زکوٰۃ کا معیار

(سلسلہ نمبر 15)..........حج میں قصر واتمام کی تحقیق

(سلسلہ نمبر 16)..........صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

(ضمیمہ: سلسلہ نمبر 16)..........کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء

(سلسلہ نمبر 17)..........حصولُ الخیر بالتضحیۃِ عن الغیر (یعنی غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 18)..........وَصْلُ الشُّعُوْرِ بِصُوْرَۃِ الزُّوْرِ (یعنی بالوں میں وصل کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 19)..........مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

(سلسلہ نمبر 20)..........بحالتِ احرام جوتے وموزے پہننے کا حکم

(سلسلہ نمبر 21)..........شرائطُ التضحیۃ فی اوقاتِ الاضحیۃ (قربانی کے سببِ وجوب، شرطِ وجوب اور شرطِ اداء کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 22)..........لے پالک اور منہ بولی اولاد کی شرعی حیثیت

(سلسلہ نمبر 23)..........معینُ المفتی

(سلسلہ نمبر 24)..........اشکالیات فلکیۃ وفقھیۃ حول تحدید مواقیت الصلاۃ

(سلسلہ نمبر 25)..........مجالسِ ذکر اور احادیثِ ذکر

(سلسلہ نمبر 26)..........غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم

(سلسلہ نمبر 27)..........قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم